نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَءًا سَمِعَ مِنَّا حَدِيثًا فَحَفِظَهُ حَتّٰى يُبَلِّغَهُ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ

# ماہنامہ اشاعۃ الحدیث حضرو

بانی

محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

شمارہ نمبر 137 | ربیع الثانی 1438ھ | جنوری 2017ء

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت میں قیامت تک ہمیشہ ایسا گروہ رہے گا جسے (اللہ تعالیٰ کی) مدد حاصل رہے گی، جو انہیں چھوڑ دے گا وہ انہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔'' (سنن ابن ماجه: ٦ واللفظ له، سنن ترمذی: ٢١٩٢ و سنده صحيح)

امام حاکم رحمہ اللہ نے فرمایا: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے حدیث کی تفسیر میں بڑی عمدہ بات کی ہے کہ طائفہ منصورہ جسے قیامت تک (بے یارومددگار) نہیں چھوڑا جائے گا اصحاب الحدیث ہی کا گروہ ہے۔ اس تاویل (تفسیر) کا حقدار ان (اہلِ حدیث) سے بڑھ کر کون ہے جو نیک لوگوں کے راستے پر چلے، آثارِ سلف کی پیروی کی اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے ذریعے سے مخالفین واہلِ بدعت (کے سامنے ڈٹ گئے اور ان) کا ناطقہ بند کر دیا۔ سبزہ زار اور مرغوبات کی پرعیش زندگی پر صحراء بے آب وگیاہ کے سفروں کو ترجیح دی اور اہل علم و اخبار کی صحبت کی خاطر سفری صعوبتوں سے لطف اندوز ہوتے رہے۔

(معرفة علوم الحديث، ص١١٢)

احسن الحدیث | فقہ الحدیث | توضیح الاحکام | فضائل و مناقب | تحقیق و تنقید

مکتبۃ الحدیث حضرو اٹک پاکستان

137

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ

نضر اللّٰہ امرءًا اسمع منا حدیثًا فحفظہ حتی یبلغہ

ماہنامہ

# اشاعة الحدیث

حضرو

جلد: 13 | ربیع الثانی 1438ھ جنوری 2017ء | شمارہ: 01

**بانی**

## محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

**مدیر**

حافظ ندیم ظہیر

**معاون مدیر**

نصیر احمد کاشف


**مجلس ادارت**

پروفیسر ڈاکٹر خالد ظفر اللہ

پروفیسر محمد حسن کنبھر

ابو الاسجد محمد صدیق رضا

ابو عبد الرحمٰن محمد ارشد کمال

ابو القاسم نوید شوکت

ابو صفی عبد الرحمٰن اثری

محمد سرور عاصم

ابو احمد وقاص زبیر

حافظ فرحان الٰہی

ابو خالد عبد المجید



**قیمت**

فی شمارہ 30 روپے

سالانہ 500 روپے

مع محصول ڈاک پاکستان

بذریعہ ایزی پیسہ

ID Card No:
37405-0348363-7
Mobile:
نصیر احمد کاشف: 0301-4112248



**خط کتابت**

مکتبۃ الحدیث حضرو، اٹک پاکستان

ishaatulhadith@gmail.com

ishaatulhadith.com ishaatulhadith

0300-8663828


ناشر حافظ شیر محمد الاثری 0300-5288783 مقامِ اشاعت مکتبة الحدیث حضرو ضلع اٹک

# اس شمارے میں


| | | |
|---|---|---|
| احسن الحدیث | حافظ ندیم ظہیر | 3 |
| فقہ الحدیث | حافظ ندیم ظہیر | 7 |
| سنت کے سائے میں | حافظ فرحان الٰہی | 13 |
| فتنہ انکار حدیث اور عزیز اللہ بوہیو (قسط:2) | پروفیسر محمد حسن کنبھر | 18 |
| کمزور امیر، فرمانِ رسول ﷺ اور رجسٹرڈ فرقہ (قسط:۱) | ابوالاسجد محمد صدیق رضا | 29 |
| سیدنا خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک مشہور روایت | نصیر احمد کاشف | 38 |
| سرزمین شام کے فضائل صحیح احادیث کی روشنی میں | ابواحمد وقاص زبیر | 45 |

## تفسیر سورۂ مائدہ (۳۵۔۳۷)

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَ جَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۳۵ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۳۶ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف قرب تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ بلاشبہ جن لوگوں نے کفر کیا، اگر واقعی ان کے پاس زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اور (بلکہ) اس کے ساتھ اتنا اور بھی ہو، تاکہ وہ اسے روزِ قیامت کے عذاب سے فدیہ دے دیں تو (بھی) ان سے قبول نہ کیا جائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ وہ چاہیں گے کہ آگ سے نکل جائیں، حالانکہ وہ اس سے ہرگز نکلنے والے نہیں اور ان کے لیے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے۔'' (المآئدۃ: ۳۵، ۳۶، ۳۷)

## فقہ القرآن:

☆ ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ ﴾ اے لوگو! اللہ اور اس کے رسول نے جن امور کی خبر دی ہے ان کی تصدیق کرو، وعدۂ ثواب اور وعیدِ عذاب پر ایمان رکھو۔ جن امور کا حکم دیا ہے انھیں قبول کرو اور جن سے منع کیا ہے ان سے رک جاؤ، اپنے ایمان راسخ کرو اور نیک صالح اعمال کے ذریعے سے اپنے رب اور اپنے نبی کی تصدیق کرو۔ (تفسیر طبري ٤/ ٥١٧)

☆ ﴿ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ ﴾ ایسے اعمال کے ذریعے سے اللہ رب العزت کا قرب تلاش کرنا جو اسے پسند ہوں۔ اِبْتَغُوْا: ابتغاءٌ مصدر سے امر جمع مذکر ہے، یعنی بھرپور کوشش کے ذریعے سے کسی چیز کو طلب کرنا۔ الوسیلۃ: بروزن فَعِيلَة مصدر بمعنی صفت ہے۔ وسیلہ کے معنی قربت کے ہاں اور اِلَيْهِ کی تقدیم سے حصر پیدا ہو گیا، یعنی صرف اللہ تعالیٰ کا

قرب اور اسی کا تقرب حاصل کرو۔

☆ امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ نے کہا: وسیلہ......درحقیقت توسل الی اللہ، علم وعبادت اور مکارم شریعت کی بجا آوری سے طریق الٰہی کی محافظت کرنے کا نام ہے اور یہی معنی تقرب الی اللہ کے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کرنے والے کو وَاسِل کہا جاتا ہے۔

(مفردات القرآن ۲/۵۵۵)

قرآن وحدیث سے بھی وسیلہ کا یہی معنی ومفہوم واضح ہوتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ ﴾ "وہ لوگ جنھیں یہ پکارتے ہیں، وہ (خود) اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں۔" (بنی اسرائیل:۵۷)

اور دلائل وبراہین سے ثابت ہے کہ اللہ کا قرب حاصل کرنے کا واحد ذریعہ اعمال صالحہ ہی ہیں، کیونکہ اعمال صالحہ ہی اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا وسیلہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ بِالَّتِي تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفَىٰ إِلَّا مَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ﴾

"اور نہ تمھارے مال ایسے ہیں اور نہ تمھاری اولاد جو تمھیں ہمارے ہاں قرب میں نزدیک کر دیں مگر جو شخص ایمان لایا اور نیک صالح عمل کیا۔" (سبا: ۳۷)

سورۂ مائدہ کی مذکورہ آیت میں: ﴿ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ ﴾ کے ذریعے سے بھی ان اعمال کے بارے میں خبر دی جا رہی ہے جو قربِ الٰہی کا باعث ہیں، یعنی اعمال ہی کا وسیلہ ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((وَ مَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُهُ عَلَيْهِ وَ مَا زَالَ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ......))

"اور میرا بندہ جن جن عبادتوں کے ذریعے سے میرا قرب حاصل کرتا ہے، ان میں سے کوئی عبادت اتنی پسند نہیں جتنی وہ عبادت پسند ہے جو میں نے اس پر فرض کی، میرا بندہ نوافل کے ذریعے سے (بھی) میرا اتنا تقرب حاصل کر لیتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں۔" (صحيح البخاري:٦٥٠٢)



☆ وسیلہ ایک مقامِ عظیم کا نام بھی ہے۔ دیکھئے صحیح مسلم (۳۸۴)

☆ وسیلے کا وہی مفہوم درست اور راجح ہے جو اوپر ذکر کیا گیا ہے، علاوہ ازیں حجر وشجر، قبر و رہبر یا کسی ذات وشخصیت کا وسیلہ اللہ کے ہاں پیش کرنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ تاہم کسی زندہ نیک شخص یا بزرگ سے دعا کروانے کو بھی وسیلہ کہا گیا ہے اور یہ جائز ہے۔

دیکھئے صحیح البخاری (۱۰۱۰) ایک مسلم ومومن کی عافیت اسی میں ہے کہ جو چیز جس قدر ثابت ہو، صرف اسے قبول کرے، اپنی طرف سے کسی قسم کا کوئی اضافہ نہ کرے۔

☆ اعمال صالحہ کو بطور وسیلہ پیش کرنا بھی جائز اور ثابت ہے۔ دیکھئے صحیح البخاری (۳۴۶۵) وغیرہ۔

☆ بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ "اس آیت میں وسیلہ سے مراد بیعتِ مرشد ہے"

(ضیاء القرآن ۱/۴۶۶، تبیان القرآن ۳/۱۷۶)

بالکل بے دلیل اور خود ساختہ ہے۔

☆ ﴿ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾ اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے والی عبادات میں سے جہاد فی سبیل اللہ کا یہاں بطورِ خاص تذکرہ کیا اور یہ جہاد نام ہے، کفار کے خلاف لڑائی میں اپنی پوری طاقت صرف کرنے کا، مال، جان، زبان کے ذریعے سے اور دین الٰہی کی مدد میں اپنی مقدور بھر سعی وکوشش کرنے کا، یعنی یہ سب قربِ الٰہی کا ذریعہ ہیں اور قربِ الٰہی فلاح وکامیابی کی ضمانت ہے۔

☆ ﴿ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ أَنَّ لَهُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ... ﴾ قرآن مجید میں مذکورہ آیت کے ہم معنی کئی ایک مقامات پر مختلف انداز میں تنبیہ فرمائی گئی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ ﴿١١﴾ وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ ﴿١٢﴾ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ ﴿١٣﴾ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنْجِيهِ ﴿١٤﴾ كَلَّا ۖ إِنَّهَا لَظَىٰ ﴾ "(گناہ گار) مجرم اس دن کے عذاب کے بدلے فدیے میں اپنے بیٹوں کو، اپنی بیوی اور اپنے بھائی کو، اور اپنے کنبے کو جو اسے پناہ دیتا تھا اور روئے زمین کے تمام لوگوں کو دینا چاہے گا، پھر اسے یہ

نجات دلا دے (مگر) ہرگز یہ نہ ہوگا۔“ (المعارج: ۱۱-۱۵)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ روز قیامت اس شخص سے فرمائے گا جسے آگ والوں میں سب سے ہلکا عذاب ہوگا: اگر زمین میں جو چیز بھی تمھاری ہو تو کیا عذاب سے جان چھڑانے کے لیے (بطور فدیہ) وہ دے دوگے؟ وہ کہے گا؟ ہاں، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے تم سے اس سے کہیں زیادہ آسان چیز کا مطالبہ کیا تھا، جبکہ تو آدم کی پشت میں تھا کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنانا مگر تو میرے ساتھ شریک بنائے بغیر ٹلا ہی نہیں۔“

(صحيح البخاري: ٦٥٥٧)

☆ ﴿يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ﴾ مشرک و کافر کے لیے ابدی عذاب ہے وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا﴾ ”جب کبھی وہ ارادہ کریں گے کہ سخت گھٹن کی وجہ سے اس سے نکلیں، اس میں لوٹا دیے جائیں گے۔“ (الحج: ۲۲)

## توجہ طلب

(۱) قارئین کرام! بعض وجوہات کی بنا پر ”ماہنامہ اشاعۃ الحدیث“ ایک سال (2016ء) بند رہا ہے۔ احباب کے مسلسل و بھرپور اصرار پر اب جنوری 2017ء سے دوبارہ اجراء کیا جا رہا ہے۔ وللہ الحمد۔

ہم اللہ رب العزت کے حضور دعا گو ہیں کہ اسے بغیر کسی تعطل و تاخر کے باقاعدگی کے ساتھ ہر ماہ بروقت شائع کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے لیے اسے صدقۂ جاریہ بنا دے۔ آمین۔

(۲) اس ماہِ جنوری کے شمارے میں ”انوار السنن اور توضیح الاحکام“ صفحات کی کمی کے باعث شائع نہیں ہو سکے، عالمی حالات کے پیش نظر ”فضائلِ سرزمین شام“ قندِ مکرر کے طور پر شائع کیا جا رہا ہے۔





تحقیق و تخریج: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ
ترجمہ و فوائد: حافظ ندیم ظہیر

# اضواء المصابیح

## فقه الحديث

**٥٤١)** وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: **((مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَلْيَغْتَسِلْ))** رَوَاهُ ابْنُ مَاجَهَ، وَ زَادَ اَحْمَدُ، وَ التِّرْمِذِيُّ، وَاَبُوْدَاوُدَ: **((مَنْ حَمَلَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ))**.

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص میت کو غسل دے اسے غسل کرنا چاہیے۔“ اسے ابن ماجہ نے روایت کیا، اور احمد، ترمذی اور ابوداود نے یہ اضافہ بھی بیان کیا: ”جو اسے اٹھائے وہ وضو کرے۔“

**تحقيق الحديث:** صحيح.

**تخريج:** سنن ابن ماجه: ١٤٦٣، مسند أحمد ٢/ ٢٧٢ ح ٧٦٧٥، سنن الترمذي: ٩٩٣، وقال: "حسن" سنن أبي داود: ٣١٦١، ٣١٦٢ وللحديث طرق و شواهد.

### فقه الحديث:

1. بعض اہل علم اس حدیث کی بنیاد پر میت کو غسل دینے والے پر غسل کرنا واجب قرار دیتے ہیں، لیکن کچھ دلائل ایسے موجود ہیں جو اسے استحباب کی طرف پھیرتے ہیں اور وہ درج ذیل ہیں:

* سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم میت کو غسل دیا کرتے تھے، پھر ہم میں سے بعض غسل کر لیتے اور بعض نہیں کرتے تھے۔ (إسناده حسن، سنن الدارقطني ٢/ ٧١، ٧٢ ح ١٨٠٢، السنن الكبرىٰ للبيهقي ١/ ٣٠٦)

اور یہ اصول مقرر و مسلّم ہے کہ صحابہ کرام جب ”كُنَّا نَفْعَلُ“ وغیرہ جیسے صیغے استعمال

کریں تو وہ حکماً مرفوع حدیث ہی ہوتی ہے جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ عہدِ نبوت میں بھی اس غسل کو واجب یا لازم نہیں سمجھا جاتا تھا۔

* نافع رحمہ اللہ نے کہا: ہم میت کو غسل دیتے، پھر ہم میں سے بعض وضو کر لیتے اور بعض غسل کرتے تھے، بعد ازاں ہم اسے کفن پہناتے، پھر (قبرستان لے جانے کے لیے) اسے اٹھاتے اور اس کی نمازِ جنازہ ادا کرتے جبکہ ہم دوبارہ وضو نہیں کرتے تھے، لیکن سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (ہمارے اس امر پر) کوئی نکیر نہیں فرماتے تھے۔

(جزء أبي الجهم: ٦٨ وسنده صحيح)

* سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب تم اپنی کسی میت کو غسل دو تو تم پر کوئی غسل (واجب) نہیں، کیونکہ تمھاری میت نجس نہیں، تمھیں یہی کافی ہے کہ اپنے ہاتھ دھو لو۔

(سنن الدارقطني ٢/ ٧٥ ح ١٨٢١ و سنده حسن)

* معاذہ رحمہا اللہ سے روایت ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا: کیا فوت شدہ کو غسل دینے والے پر غسل کرنا (واجب) ہے؟ انھوں نے فرمایا: نہیں۔

(مصنف ابن أبي شيبة: ١١١٤١ وسنده صحيح)

واضح رہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس مرفوع حدیث کی راویہ بھی ہیں جس میں میت کو غسل دے کر غسل کرنے کا ذکر ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک یہ حدیث منسوخ ہے، جیسا کہ امام ابوداود رحمہ اللہ نے فرمایا: "هٰذَا مَنْسُوْخٌ وَ سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ، وَ سُئِلَ عَنِ الْغُسْلِ مِنْ غَسْلِ الْمَيِّتِ فَقَالَ: يُجْزِيْهِ الْوُضُوْءُ." یہ (حکم) منسوخ ہے۔ میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے سنا، ان سے سوال کیا گیا کہ میت کو نہلانے سے غسل کرنا کیسا ہے؟ انھوں نے فرمایا: اسے وضو کافی ہے۔ (سنن أبي داود: ٣١٦٢)

امام ابن شاہین بھی اسے منسوخ ہی سمجھتے ہیں۔

دیکھئے ناسخ الحديث و منسوخه (ص ١٣٥)





لیکن ہمارے نزدیک راجح یہی ہے کہ میت کو غسل دینے والے پر غسل واجب نہیں بلکہ مستحب ہے، تاہم اسے منسوخ قرار دینا درست معلوم نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم

۲ اسی طرح میت کو کندھا دینے والے پر بھی وضو واجب نہیں بلکہ مستحب ہے، جیسا کہ اوپر نافع رحمہ اللہ کے اثر سے واضح ہو رہا ہے، نیز جمہور اہلِ علم کا یہی موقف ہے۔

**٥٤٢)** وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَغْتَسِلُ مِنْ اَرْبَعٍ: مِنَ الْجَنَابَةِ، وَ يَوْمِ الْجُمُعَةِ، وَمِنَ الْحِجَامَةِ، وَمِنْ غُسْلِ الْمَيِّتِ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ.

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ چار چیزوں کی وجہ سے غسل کیا کرتے تھے: جنابت سے، جمعہ کے دن، سینگی لگوا کر اور میت کو غسل دے کر۔ اسے ابوداود نے روایت کیا ہے۔

**تحقيق الحديث:** إسناده حسن.

**تخريج:** سنن أبي داود: ٣٤٨، ٣١٦٠، ابن خزيمة: ٢٥٦، المستدرك للحاكم ١/ ١٦٣ ح ٥٨٢، مصعب بن شیبہ کو جمہور نے ثقہ قرار دیا ہے، لہٰذا ان کی حدیث حسن درجے سے کم نہیں۔

**فقه الحديث:**

۱ غسلِ جنابت فرض ہے، جیسا کہ سابقہ احادیث (۴۳۰، ۴۳۳، ۴۴۴ وغیرہ) سے واضح ہے۔

۲ جمعہ کے دن غسل مستحب ہے۔ دیکھئے حدیث سابق: ۵۴۰

۳ سینگی لگوانے کے بعد بھی غسل مستحب ہے نہ کہ واجب، جمہور اہلِ علم نے یہی مراد لیا ہے۔ دیکھئے صحيح ابن خزيمة (قبل حديث: ٢٥٦) اور شرح السنة للبغوي (٢/ ١٦٧)

۴ میت کو غسل دینے کے بعد غسل کرنا بھی مستحب ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے حدیث سابق (۵۴۱)

٥٤٣) وَعَنْ قَيْسِ بْنِ عَاصِمٍ أَنَّهُ أَسْلَمَ ، فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَغْتَسِلَ بِمَآءٍ وَسِدْرٍ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ .

سیدنا قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے (جب) اسلام قبول کیا تو نبی کریم ﷺ نے انھیں حکم دیا کہ وہ ایسے پانی سے غسل کریں جس میں بیری کے پتے ملے ہوئے ہوں۔ اسے ترمذی، ابوداود اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

**تحقیق الحدیث:** صحیح.

**تخریج:** سنن الترمذي: ٦٠٥ وقال: "حسن"، سنن أبي داود: ٣٥٥، سنن النسائي ١/ ١٠٩ ح١٨٨ وسنده حسن، اسے ابن خزیمة (٢٥٤، ٢٥٥) ابن حبان (٢٣٢) اور ابن الجارود (١٤) وغیرہ نے صحیح قرار دیا ہے۔

**فقہ الحدیث:**

❶ سیدنا ثمامہ رضی اللہ عنہ جب دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے انھیں بھی غسل کرنے کا حکم دیا تھا۔ دیکھئے مسند أحمد ٢/ ٤٨٣ ح ١٠٢٦٨، ابن الجارود: ١٥، ابن حبان: ١٢٣٩، ابن خزیمة: ٢٥٣ وغیرہ۔

❷ بعض اہل علم کے نزدیک نومسلم کے لیے غسل کرنا واجب ہے، کیونکہ حدیث میں امر ہے اور اس سے وجوب لازم آتا ہے۔

❸ جمہور اہل علم کے نزدیک یہ مستحب ہے، کیونکہ بعض قرائن اسے وجوب سے استحباب کی طرف پھیرتے ہیں۔ احادیث میں کئی نومسلموں کا ذکر ملتا ہے جنھوں نے اسلام قبول کرنے کے فوراً بعد میدان جہاد کا رخ کیا اور شہادت کے منصب پر فائز ہو گئے۔ اسلام قبول کرنے سے شہادت تک کا دورانیہ اتنا کم تھا کہ انھیں کوئی عمل کرنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ دیکھئے صحیح البخاري (٢٨٠٨) سنن أبي داود (٢٥٣٧ وسنده حسن) اور شعب الایمان (٤٠٠٨) وغیرہ۔

❹ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (قبل حدیث: ٢٥٤) نے بھی اسے مستحب کہا ہے۔





❺ امام بغوی رحمہ اللہ نے فرمایا: اہل علم نومسلم آدمی کے لیے اسے مستحب قرار دیتے ہیں کہ وہ غسل کرے اور کپڑے دھوئے، جمہور اسے واجب نہیں سمجھتے۔ (شرح السنة ٢/ ١٨٢)

## الفصل الثالث

٥٤٤) عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ: إِنَّ نَاسًا مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ جَاءُوْا فَقَالُوْا: يَا ابْنَ عَبَّاسٍ! أَتَرَى الْغُسْلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبًا؟ قَالَ: لَا، وَلٰكِنَّهُ أَطْهَرُ وَخَيْرٌ لِّمَنِ اغْتَسَلَ، وَمَنْ لَمْ يَغْتَسِلْ فَلَيْسَ عَلَيْهِ بِوَاجِبٍ، وَسَأُخْبِرُكُمْ كَيْفَ بَدَأَ الْغُسْلُ، كَانَ النَّاسُ مَجْهُوْدِيْنَ يَلْبَسُوْنَ الصُّوْفَ، وَيَعْمَلُوْنَ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ، وَكَانَ مَسْجِدُهُمْ ضَيِّقًا مُقَارِبَ السَّقْفِ، إِنَّمَا هُوَ عَرِيْشٌ، فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي يَوْمٍ حَارٍّ، وَعَرِقَ النَّاسُ فِي ذٰلِكَ الصُّوْفِ، حَتّٰى ثَارَتْ مِنْهُمْ رِيَاحٌ آذٰى بِذٰلِكَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، فَلَمَّا وَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تِلْكَ الرِّيَاحَ، قَالَ: **((يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِذَا كَانَ هٰذَا الْيَوْمُ، فَاغْتَسِلُوْا، وَلْيَمَسَّ أَحَدُكُمْ أَفْضَلَ مَا يَجِدُ مِنْ دُهْنِهِ وَطِيْبِهِ))** قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ثُمَّ جَاءَ اللّٰهُ بِالْخَيْرِ، وَلَبِسُوْا غَيْرَ الصُّوْفِ، وَكُفُوا الْعَمَلَ، وَوُسِعَ مَسْجِدُهُمْ، وَذَهَبَ بَعْضُ الَّذِيْ كَانَ يُؤْذِيْ بَعْضُهُمْ بَعْضًا مِنَ الْعَرَقِ. رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ.

عکرمہ رحمہ اللہ کا بیان ہے، اہل عراق میں سے بعض لوگ آئے اور کہنے لگے: اے ابن عباس! کیا آپ جمعہ کے غسل کو واجب سمجھتے ہیں؟ انھوں نے کہا: نہیں، لیکن یہ زیادہ پاکیزگی کا باعث اور غسل کرنے والے کے لیے بہتر ہے اور جو غسل نہ کرے اس پر واجب نہیں۔ میں تمھیں بتاتا ہوں کہ غسل کیسے شروع ہوا؟ لوگ محنت ومشقت کرتے تھے، اونی لباس زیب تن کرتے، اپنی پشت (کمر) پر سامان ڈھوتے تھے، جبکہ ان کی مسجد بھی تنگ اور نیچی چھت والی تھی، گویا چھپر سا تھا۔ ایک گرم دن رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور لوگ اونی لباس میں پسینے سے شرابور تھے حتیٰ کہ وہ بُو کی صورت اختیار کر گیا اور انھیں ایک دوسرے سے اذیت پہنچی۔ رسول اللہ ﷺ نے جب یہ بو محسوس کی تو فرمایا: "لوگو! جب یہ (جمعہ کا دن) ہو

توغسل کرو اور جسے عمدہ تیل اور خوشبو میسر ہو وہ استعمال کیا کرے۔'' ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے کہا: پھر اللہ تعالیٰ نے (معاشی) حالات میں بہتری پیدا کر دی، انھوں نے اونی کپڑے کے علاوہ لباس زیب تن کر لیے اور مشقت والے امور سے بھی کفایت ہوگئی، ان کی مسجد وسیع ہو گئی اور ایک دوسرے کو اذیت پہنچانے والے پسینے (کی بو) ختم ہوگئی۔ اسے ابو داود نے روایت کیا ہے۔

**تحقيق الحديث:** حسن.

**تخریج:** سنن أبي داود: ۳۵۳، اسے ابن خزیمة (۱۷۵۵) حاکم (۱/ ۲۸۰، ۲۸۱) اور ذہبی نے صحیح قرار دیا اور حافظ ابن حجر نے (فتح الباری ۲/ ۳۶۲) حسن کہا ہے۔

**فقه الحديث:**

❶ حدیث (۵۴۰) کے فوائد میں ہم نے واضح کیا تھا کہ جمعہ کے دن غسل واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔ مذکورہ بالا روایت میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ بھی یہی ہے۔

❷ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مکمل پس منظر بیان کر دیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جمعہ کے دن غسل کا حکم کیوں دیا تھا؟ چنانچہ آج بھی اگر کوئی یہ علت محسوس کرے تو اسے غسل کر کے ہی نماز جمعہ کے لیے جانا چاہیے تاکہ وہ اہل ایمان کی اذیت کا باعث نہ بنے۔

### ذکرِ الٰہی کی اہمیت

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ أَكْثَرَ مِنْ ذِكْرِ اللهِ تَعَالَى، بَرِئَ مِنَ النِّفَاقِ)) ''جس شخص نے کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر (کرنا لازم) کرلیا، وہ نفاق سے بری ہوگیا۔'' (المعجم الاوسط: ۶۹۳۱؛ المعجم الصغير للطبراني: ۹۷۴؛ الترغيب فى فضائل الأعمال: ۱۶۱؛ العلل و معرفة الرجال للامام احمد: ۵۳۰ واللفظ لهٗ و سنده حسن)





از قلم: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ — ترجمہ: حافظ فرحان الٰہی

## سنت کے سائے میں

# یہ بھی صدقہ ہے

امام ہمام بن منبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حَدَّثَنَا أَبُوهُرَيْرَةَ رضي الله عنه عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((كُلُّ سُلَامَى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ، كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيهِ الشَّمْسُ)) قَالَ: ((يَعْدِلُ بَيْنَ الْإِثْنَيْنِ صَدَقَةٌ، وَيُعِينُ الرَّجُلَ عَلَى دَابَّتِهِ فَيَحْمِلُ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ، أَوْ يَرْفَعُ عَلَيْهَا مَتَاعَهُ صَدَقَةٌ، وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ خُطْوَةٍ تَمْشِيهَا إِلَى الصَّلَاةِ صَدَقَةٌ، وَيُمِيطُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ)) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے، لوگوں پر (جسم کے) ہر جوڑ کے بدلے میں صدقہ ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''دو آدمیوں کے درمیان تمہارا عدل کے ساتھ فیصلہ کر دینا صدقہ ہے، سوار ہونے میں آدمی کی مدد کرنا صدقہ ہے، اس کی خاطر سواری پر سامان اٹھا کر رکھوا دو (یہ بھی) صدقہ ہے، ایک پاکیزہ کلمہ بھی صدقہ ہے، اور ہر قدم جو تم چل کر نماز کی طرف جاؤ صدقہ ہے، اور اگر راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹا دو تو یہ بھی صدقہ ہے۔''

**تخریج:** الصحيفة الصحيحة لهمام: ۷۱؛ صحيح البخاري: ۲۷۰۷، ۲۹۸۹؛ صحيح مسلم: ۱۰۰۹ (۲۳۳۵)۔

**فقه الحديث:**

علامہ ابو زرعہ العراقی نے اس حدیث کی شرح میں آٹھ فوائد ذکر کیے ہیں:

① جوڑ سے مراد ہڈیوں کے جوڑ ہیں اور یہ انسانی جسم میں تین سو ساٹھ (۳۶۰) ہیں، جیسا کہ وضاحت کے ساتھ صحیح مسلم (۱۰۰۷/ ۲۳۳۰) میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے

ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إِنَّهُ خُلِقَ كُلُّ إِنْسَانٍ مِنْ بَنِي آدَمَ عَلَى سِتِّينَ وَثَلَاثِ مِائَةِ مَفْصِلٍ، فَمَنْ كَبَّرَ اللّٰهَ، وَحَمِدَ اللّٰهَ، وَهَلَّلَ اللّٰهَ، وَسَبَّحَ اللّٰهَ، وَاسْتَغْفَرَ اللّٰهَ، وَعَزَلَ حَجَرًا عَنْ طَرِيقِ النَّاسِ، أَوْ شَوْكَةً أَوْ عَظْمًا عَنْ طَرِيقِ النَّاسِ، وَأَمَرَ بِمَعْرُوفٍ أَوْ نَهَى عَنْ مُنْكَرٍ، عَدَدَ تِلْكَ السِّتِّينَ وَالثَّلَاثِ مِائَةِ السُّلَامَى، فَإِنَّهُ يَمْشِي يَوْمَئِذٍ وَقَدْ زَحْزَحَ نَفْسَهُ عَنِ النَّارِ)) وَفِي رِوَايَةٍ ((يُمْسِي)) ''بلاشبہ بنی آدم میں سے ہر انسان کی پیدائش تین سو ساٹھ (۳۶۰) جوڑوں کے ساتھ ہوئی ہے، پس جو کوئی اللہ اکبر کہے، لا الہ الا اللہ کہے، الحمد للہ کہے، سبحان اللہ کہے، استغفر اللہ کہے، عام راستے سے پتھر ہٹا دے، عام راستے سے کانٹا یا ہڈی ہٹا دے، نیکی کا حکم دے، برائی سے روک دے، ان تین سو ساٹھ (۳۶۰) جوڑوں کے برابر (یہ عمل کر لے) تو وہ زمین پر اس طرح چلے گا کہ اپنے آپ کو آگ سے محفوظ کر چکا ہوگا۔'' ایک روایت میں ہے: ''يُمْسِي'' یعنی شام یا دن کا اختتام اس طرح کرے گا کہ......

۲ دیگر قرائن کی روشنی میں اس حدیث سے ان اعمال کا وجوب ثابت نہیں ہوتا، جیسا کہ سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک دوسری حدیث میں ہے: ''ان سب کے بدلے میں دو رکعت جو چاشت کے وقت پڑھی جائیں وہ کافی ہو جاتی ہیں، اور یہ بات طے شدہ ہے کہ نوافل فرائض کا بدل نہیں ہو سکتے، اور اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ عمومی طور پر چاشت کی نماز فرض نہیں ہے۔''

۳ کچھ عبادات اور نوافل ایسے ہوتے ہیں جن پر مداومت کرنی چاہیے، کیوں کہ ایک دن کی عبادت دوسرے دن کے لیے کافی نہیں ہوتی، جیسا کہ حدیث کے الفاظ ہیں: ''ہر دن جس میں سورج طلوع ہو۔''

۴ حدیث میں لوگوں کے درمیان صلح کا درس دیا گیا ہے، یہ مستحب اور پسندیدہ عمل ہے، اگر اس عمل کو واجب قرار دیا جائے تو اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو امارت وقضا کے ذمہ دار ہیں۔





۵ اس حدیث میں ایک عاجز آدمی کو سواری پر سوار کرنے اور اس کا سامان اٹھا کر سواری پر رکھنے کی بھی ترغیب ہے۔

۶ کلمہ طیبہ کے دو معانی ہیں: پہلا معنی یہ کہ کسی سائل کو برے (وسخت) الفاظ کی بجائے (نرم و) میٹھے بول سے واپس کیا جائے، جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے: ((تَبَسُّمُكَ فِي وَجْهِ أَخِيكَ لَكَ صَدَقَةٌ)) ''یعنی اپنے بھائی کے سامنے تمہاری مسکراہٹ بھی صدقہ ہے۔'' (صحيح، سنن الترمذي: ١٩٥٦) ایک اور حدیث میں ہے: ((وَلَوْ أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ وَوَجْهُكَ مُنْبَسِطٌ إِلَيْهِ)) ''یعنی صدقہ یہ بھی ہے کہ جب تم اپنے بھائی سے ملو تو تمہارا چہرہ اس کی طرف کشادہ ہو۔''

دوسرا معنی یہ کہ اس سے مراد اذکار وغیرہ ہیں، جیسے تسبیح وتحمید اور تہلیل وتکبیر وغیرہ، یہی قول آیت کریمہ: ﴿مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً﴾ کی تفسیر میں بھی مروی ہے کہ یہاں کلمہ طیبہ سے مراد: ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' ہے، اسی طرح کا ایک قول آیت: ﴿اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ﴾ میں بھی کہا گیا ہے۔

۷ یہ الفاظ کہ نماز کے لیے چلنے والا تمہارا ہر قدم، صدقہ ہے، ان کا تقاضا ہے کہ یہ ثواب مسجد میں جاتے ہوئے ملے، نہ کہ واپس آتے ہوئے، جبکہ واپسی کے معنی کا احتمال بھی موجود ہے، لیکن مسند احمد کی ایک روایت میں دونوں طرف کا ذکر ہے: ((ذَاهِبًا وَ رَاجِعًا)) [مسند أحمد (۱۷۲/۲) اس کی سند میں ابن لہیعہ ہے۔ ابن لہیعہ نے یہاں سماع کی تصریح کر دی ہے، مجمع الزوائد (۹۲/۲) میں علامہ ہیثمی کی طویل گفتگو سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ابن لہیعہ یہاں منفرد نہیں، نیز حدیث کے دیگر شواہد بھی ہیں جن میں سے بعض کو امام حاکم اور ہیثمی نے صحیح قرار دیا ہے، لہٰذا یہ حدیث حسن ہے۔ ز۔ع۔ز]

۸ اس جملے میں لفظ ''الصلاۃ'' کا الف، لام عہد کا ہے، جس سے مراد فرض نماز ہے، یہاں جنسِ نماز مراد نہیں، کیوں کہ اگر جنس مراد لی جائے تو اس میں نماز جنازہ، نماز عید اور ہر نماز شامل ہوگی جو کہ بعید ہے۔ واللہ اعلم

⑨ یہ حدیث با جماعت نماز کی مشروعیت اور استحباب پر دلالت کرتی ہے (بعض دیگر دلائل سے وجوب کا اشارہ بھی ملتا ہے) لیکن جماعت نماز کی صحت کے لیے شرط نہیں، جیسا کہ دیگر دلائل سے ثابت ہوتا ہے، مثلاً صحیح مسلم (۶۵۰) میں ہے: ((**صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي الْجَمَاعَةِ تَزِيْدُ عَنْ صَلَاتِهِ وَحْدَهُ سَبْعًا وَعِشْرِيْنَ**)) ''یعنی آدمی کی باجماعت نماز اکیلے پڑھی جانے والی نماز سے ستائیس (۲۷) گنا زیادہ اجر وثواب کی حامل ہے۔'' اس حدیث میں صراحت کے ساتھ ذکر ہے کہ اکیلے نماز درست ہے۔ قاله العراقی

[مندرجہ بالا کلام علامہ ولی الدین العراقی کی کتاب طرح التثريب في شرح التقريب سے ملخصاً لیا گیا ہے۔]

⑩ ہر مسلمان کے ساتھ خیر اور معروف کے کام میں تعاون کی مشروعیت بھی اس حدیث سے ثابت ہوتی ہے، یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی مدد میں رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى﴾

⑪ اس حدیث میں مسجد کی طرف زیادہ سے زیادہ قدم چل کر جانے کی ترغیب ہے، نیز یہ کہ مسجد جاتے وقت (ایسی) جلد بازی سے گریز کرنا چاہیے (جو وقار کے منافی ہو)۔

⑫ یہ مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عامۃ الناس کو تکلیف دینے والی ہر چیز کو ہٹانا چاہیے، خواہ وہ کوئی پتھر ہو، درخت ہو، یا کوئی اور نقصان دہ چیز، ایسے ہی راستے میں جھاڑو دے کر ایسے گرد وغبار کو ہٹانا جس سے گزرنے والے کو پریشانی ہوتی ہو، تنگ راستوں کو کشادہ کرنا، سڑک یا گلی کے درمیان خرید وفروخت کرنے والوں کو ہٹانا، جیسا کہ صفا ومروہ کے درمیان سعی کے مقام پر لوگ بھیڑ بنا لیتے ہیں، یہ سب اعمال راستے سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹانے کے ضمن میں آتے ہیں۔ [شرح صحيفة همام بن منبه، ص:۳۰۳]

⑬ آدمی خیر کا کوئی بھی کام کرے جس سے مقصود صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہو تو وہ صدقہ ہوتا ہے، یعنی اس کو صدقے کے برابر ثواب ملتا ہے، سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((**كُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ**)) ''ہر نیکی صدقہ ہے۔'' (صحیح



البخاری: ۶۰۲۱)

⑭ اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے نبی سیدنا محمد ﷺ کو امت کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے کہ آپ نے اپنے رب کی طرف سے ہمیں خیر کثیر پہنچایا۔ [أیضًا: ص ۳۰۴، معمولی تبدیلی کے ساتھ]

⑮ اس روایت میں دلیل ہے کہ احادیث پہلی صدی ہجری میں بھی لکھی اور مدون کی جاتی تھیں، بخلاف ان کے جو یہ سمجھتے ہیں کہ حدیث بہت بعد میں لکھی گئی۔

⑯ اس میں اہل حدیث (محدثین) کی فضیلت وشرف کی واضح دلیل ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی احادیثِ مبارکہ کو محفوظ اور مدون انداز میں ہم تک پہنچایا، اللہ تعالیٰ ان خدمات کی خوب قدردانی فرمائے۔ (آمین)

## منکرینِ حدیث کے وجودِ نامسعود سے
## متعلق سچی پیشین گوئی

سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مَیں تم میں سے کسی کو اس حالت میں نہ پاؤں کہ وہ اپنے تخت پر تکیہ لگائے ہوئے ہو، اس کے پاس میرا کوئی حکم (حدیث) آئے جس میں کسی کام کے کرنے کا حکم یا ممانعت ہو تو وہ کہے: مجھے پتہ نہیں، ہم تو کتاب اللہ میں جو پائیں گے اُسی کا اتباع کریں گے۔''

(كتاب الام للشافعي: ۷/ ۱۵، ۲۸۹ و سنده صحيح، مسند احمد: ۶/ ۸؛ مسند الحميدي: ۵۵۱؛ سنن ابی داود: ۴۶۰۵؛ سنن الترمذی: ۲۶۶۳، وقال: "حسن صحيح")

نبی کریم ﷺ نے منکرینِ حدیث سے متعلق جو پیشین گوئی فرمائی تھی وہ مِن وعن پوری ہوئی۔ جب سے اہل بدعت، مثلاً: خوارج، روافض، جہمیہ، مرجیہ اور معتزلہ وغیرہ کا وجود نامسعود ہے تب سے روئے زمین پر انکار حدیث کا فتنہ موجود ہے۔

# فتنہ انکارِ حدیث اور عزیز اللہ بوہیو (قسط:2)

پروفیسر محمد جمن کنبھر

عزیز اللہ بوہیو نے احادیث مبارکہ کے عظیم ذخیرے کو فارس کے اماموں کا گھڑا ہوا قرار دیا ہے۔ (قرآن مہجور، ص8)

ہم عزیز اللہ بوہیو اور ان کے ہمنواؤں سے پوچھتے ہیں کہ آپ ہر بات کی دلیل قرآن مجید سے ہی اخذ کرنے کے قائل ہیں، تو سرِ راہ جاننا چاہتے ہیں کہ یہ بات آپ کو قرآن مجید کی کون سی سورت اور اس کی کون سی آیت سے معلوم ہوئی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید کی ایک سو چودہ سورتوں میں یہ بات کہیں بھی موجود نہیں، لہٰذا ایک بڑا جھوٹ اور محض بے بنیاد الزام ہی ہے۔ اس بہتان کے برعکس جب ہم قرآن حکیم سے پوچھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خود قرآن حکیم میں محمد رسول اللہ ﷺ کی گفتگو کو ''حدیث'' کے مبارک لفظ سے بیان کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اِذۡ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعۡضِ اَزۡوَاجِہٖ حَدِیۡثًا﴾ ''اور یاد کر جب نبی نے اپنی بعض عورتوں سے ایک پوشیدہ بات کہی۔'' (التحریم:3)

اللہ کے پیغمبر محمد ﷺ نے بھی اپنی گفتگو کو حدیث کے نام سے موسوم کیا ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! قیامت کے دن آپ کی شفاعت کا سب سے زیادہ مستحق کون ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَقَدۡ ظَنَنۡتُ يَا أَبَا هُرَيۡرَةَ أَنۡ لَا يَسۡأَلُنِي عَنۡ هَذَا الۡحَدِيثِ أَحَدٌ أَوَّلُ مِنۡكَ لِمَا رَأَيۡتُ مِنۡ حِرۡصِكَ عَلَى الۡحَدِيثِ......)) ''اے ابوہریرہ! مجھے یقین تھا کہ اس حدیث کے بارے میں مجھ سے تم سے پہلے کوئی نہیں پوچھے گا، کیونکہ میں نے حدیث کے متعلق تمھاری حرص دیکھ لی تھی۔'' (صحیح البخاري:99)





اللہ تعالیٰ اپنے پیارے نبی ﷺ کی گفتگو کو حدیث کہے اور خود نبی کریم ﷺ اپنے کلام کو حدیث کے نام سے موسوم کریں اور عزیز اللہ بوہیو اور ان کی فکر کے پیروکار کہیں کہ ''حدیث فارس کے اماموں نے گھڑی ہوئی ہے''

جس مسلمان کے سینے میں دل ہے اور اس دل میں محمد ﷺ سے محبت اور آپ کی حدیث وسنت سے ذرہ بھر اُلفت موجود ہے وہ بوہیو کی عبارت میں جو تعفُّن اور زہر ہے اسے ضرور محسوس کرے گا۔ ایسے لوگوں کی زبان اور ان کے قلم میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔

قرآن مجید نازل ہونے والے زمانے میں یہودی، عیسائی اور مشرکین یہ ماننے کے لیے تیار نہ تھے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ انھوں نے قرآن حکیم کو گزرے ہوئے (سابقہ) لوگوں کے قصے، کھلا جادو، کاہنوں کی گفتگو شاعروں کی شاعری اور انسانوں کا کلام قرار دیا۔ ان بے بنیاد الزامات کے برعکس قرآن مجید نے کلام اللہ ہونے کا اعزاز برقرار رکھا۔ ان یہودیوں، عیسائیوں اور مشرکوں نے تھک کر ہار مان لی کہ قرآن کا ہم مقابلہ نہیں کر سکتے۔ پھر انھوں نے اس تحریک کو ختم کرنے کے بجائے اس کا رُخ موڑ لیا۔ انھوں نے ایک خفیہ سازش تیار کر کے نام نہاد مسلمانوں اور پیٹ کے پجاریوں کے سپرد کر دی کہ یہ پروپیگنڈا کریں کہ حدیث وحی الٰہی نہیں ہے۔ پھر انہیں گنے چنے ایسے لوگ بھی مل گئے جنھوں نے ان کی ہاں میں ہاں ملائی، اس قربانی اور ضمیر کے سودے کے نتیجے میں ان کو دانشور اور فلاسفر کی سندیں بھی ملیں اور ذاتی ضروریات کے لیے وافر مقدار میں مالی فائدے بھی۔ وہ کام جو دین کے دشمن سرانجام نہ دے سکے وہ یہ نام نہاد مسلمان کرنے کا عزم رکھتے ہیں۔ نامور عالم دین مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ (المتوفی 2006ء) نے ایسے لوگوں کا تفصیلی رد کیا ہے۔

معزز قارئین کی خدمت میں اسی میں سے کچھ حقائق پیش کئے جاتے ہیں، موصوف لکھتے ہیں:

''آیئے سب سے پہلے یہی دیکھ لیں کہ ان مجموعہ ہائے احادیث جو جمع کرنے والے ایرانی

ہیں بھی یا نہیں؟ سن وار ترتیب کے لحاظ سے دور اول کے رواۃ حدیث میں سرفہرست ابن شہاب زہری، سعید بن المسیب، عروہ بن زبیر اور عمر بن عبدالعزیز رحمہم اللہ کے اسمائے گرامی آتے ہیں، یہ تمام، سب سے معزز عربی خاندان قریش سے تعلق رکھتے ہیں اور آخر الذکر تو اسلامی تاریخ کے پانچویں خلیفہ راشد کی حیثیت سے معلوم و معروف ہیں۔ اسی طرح دور اول کے مدوّنین حدیث میں سرفہرست امام مالک رحمہ اللہ ہیں۔ پھر امام شافعی رحمہ اللہ ہیں اور ان کے بعد امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ان تینوں ائمہ کے مجموعہ ہائے احادیث پوری امت میں متداول ومقبول ہیں۔ یہ تینوں خالص عربی النسل ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ قبیلہ ذی اصبح سے، امام شافعی رحمہ اللہ قریش کی سب سے معزز شاخ بنو ہاشم سے اور امام احمد رحمہ اللہ قبیلہ شیبان سے۔ یہ بنوشیبان وہی ہیں جن کی شمشیر خارا شگاف نے خورشید اسلام کے طلوع ہونے سے پہلے ہی خسرو پرویز کی ایرانی فوج کو ''ذی فار'' کی جنگ میں عبرتناک شکست دی تھی، اور جنھوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں ایرانی سازش کے تحت برپا کیے گئے ہنگامہ ارتداد کے دوران میں نہ صرف ثابت قدمی کا ثبوت دیا بلکہ مشرقی عرب سے اس فتنے کو کچلنے میں فیصلہ کن کردار ادا کر کے عربی اسلامی خلافت کو نمایاں استحکام عطا کیا تھا، پھر جس کے شہباز مثنیٰ بن حارثہ شیبانی کی شمشیر خارا شگاف نے کاروان حجاز کے لیے فتح ایران کا دروازہ کھول دیا تھا۔

آخر آپ بتلا سکتے ہیں کہ یہ کیسی ایرانی سازش تھی جس کی باگ دوڑ عربوں کے ہاتھ میں تھی؟ جس کا سرپرست عربی خلیفہ تھا اور جس کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے ایسی نمایاں ترین عربی شخصیتوں نے اپنی زندگیاں صَرف کر دیں، جن میں سے بعض افراد کے قبیلوں کی ایران دشمنی چار دانگ عالم میں معروف تھی؟ کیا کوئی انسان جس کا دماغی توازن صحیح ہو، ایک لمحہ کے لیے بھی ایسے بدبودار افسانے کو ماننے کے لیے تیار ہوسکتا؟...... حقیقت یہ ہے کہ آج حدیث کی جو کتابیں امت میں رائج، مقبول اور متداول ہیں، چند ایک کے سوا، سب کے مصنفین (ومؤلفین) عرب تھے۔ ہم ذیل میں اس طرح کے عرب محدثین کی فہرست دے رہے ہیں تاکہ حقیقت نکھر کر سامنے آجائے۔





| نمبر | عرب محدثین | سن وفات | قبیلہ |
|---|---|---|---|
| ۱ | امام مالک رحمہ اللہ | 179ھ | ذی اصبح |
| ۲ | امام شافعی رحمہ اللہ | 204ھ | قریش |
| ۳ | امام حمیدی رحمہ اللہ | 219ھ | قریش |
| ۴ | امام اسحٰق بن راہویہ رحمہ اللہ | 238ھ | بنوتمیم |
| ۵ | امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ | 241ھ | بنوشیبان |
| ۶ | امام دارمی رحمہ اللہ | 255ھ | بنوتمیم |
| ۷ | امام مسلم رحمہ اللہ | 261ھ | بنوقشیر |
| ۸ | امام ابوداود رحمہ اللہ | 275ھ | بنوازد |
| ۹ | امام ترمذی رحمہ اللہ | 279ھ | بنوسلیم |
| ۱۰ | امام حارث بن ابی اسامہ رحمہ اللہ | 282ھ | بنوتمیم |
| ۱۱ | امام ابوبکر بزار رحمہ اللہ | 292ھ | بنوازد |
| ۱۲ | امام نسائی رحمہ اللہ | 303ھ | - |
| ۱۳ | امام ابویعلیٰ رحمہ اللہ | 307ھ | بنوتمیم |
| ۱۴ | امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ | 321ھ | بنوازد |
| ۱۵ | امام ابن حبان رحمہ اللہ | 354ھ | بنوتمیم |
| ۱۶ | امام طبرانی رحمہ اللہ | 360ھ | لخم |
| ۱۷ | امام دارقطنی رحمہ اللہ | 385ھ | - |
| ۱۸ | امام حاکم رحمہ اللہ | 405ھ | بنوضبہ |

## عجمی محدثین

| نمبر | عجمی محدثین | سن وفات | قبیلہ |
|---|---|---|---|
| ۱ | امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ | 235ھ | - |
| ۲ | امام بخاری رحمہ اللہ | 256ھ | - |

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۳ | امام ابن ماجہ رحمہ اللہ | 273ھ | - |
| ۴ | امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ | 311ھ | |

اس کے ساتھ اگر یہ بات بھی مدنظر رہے کہ کتب احادیث کے لکھنے والوں میں پیش رُو اور سرفہرست عرب محدثین ہیں، عجمی محدثین ان کے بعد ہیں، پھر ان عجمی محدثین نے اپنی کتابوں میں جو حدیثیں جمع کی ہیں، وہ وہی احادیث ہیں جنھیں ان کے پیش رُو اور ہم عصر عربوں نے اپنی کتابوں میں جمع کیا ہے تو مذکورہ بالا حقیقت مزید اچھی طرح بے نقاب ہو جاتی ہے۔ یہ بھی بتلا دیجئے کہ آخر یہ کیسی ''ایرانی سازش'' تھی کہ ''سازشی ٹولے'' اور ان کے سیاسی آقاؤں کے درمیان برابر ٹھنی رہتی تھی؟ کسی کو شہر بدر کیا جا رہا ہے، کسی پر شہر کے دروازے بند کئے جا رہے ہیں، کسی کو حوالہ زنداں کیا جا رہا ہے، کسی پر کوڑے برس رہے ہیں، کسی کی زخمی پیٹھ پر زہریلے پھائے لگائے جا رہے ہیں، کسی کو پاؤں میں بیڑیاں پہنائی جا رہی ہیں، کسی کے کندھے اکھڑوا کر گدھے پر بٹھایا جا رہا ہے اور شہر میں گشت کرایا جا رہا ہے اور کسی کے ساتھ کچھ اور ہو رہا ہے۔''

(انکار حدیث حق یا باطل، مکتبہ بیت السلام، حیدر آباد، 2010ء، ص21-17)

معروف علمی شخصیت شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ (المتوفی 1968ء) منکرین حدیث کے بدبودار افسانے سے متعلق رقمطراز ہیں:

''پھر آپ نے کبھی اس چیز پر بھی غور فرمایا کہ سرزمین حجاز سے شروع ہو کر اسلامی حکومت اقطار عالم تک لاکھوں مربع میل زمین پر پھیلی ہوئی تھی۔ آپ یہ سوچیں، آپ کو صلح سے کوئی ملک ملا، خود سرزمین حجاز میں قدم قدم پر لڑائیاں لڑنی پڑیں۔ مکہ پر فوج کشی کی ضرورت ہوئی، نجد لڑائی سے ملا، شام، عراق، حبش، یمن کے بعض علاقوں پر لڑنا پڑا۔ سمندر کے ساحلی علاقوں پر جنگیں ہوئیں...... ہندوستان، اندلس، بربر، الجزا تمام علاقے جنگ ہی سے اسلامی قلمرو میں شامل ہوئے۔ پھر آپ کے قلم اور دماغ نے سازش کا نزلہ صرف فارس پر کیوں گرایا؟ اگر محض ملک گیری اور فتوحات کی بنا پر بغاوتیں، سازشیں تصنیف کی جا سکتی ہیں





تو حجازی سازش، ہندوستانی سازش، بربری اور اندلسی سازش کیوں نہیں بنائی گئی؟ کیا شام کے یہودی معصوم تھے، عراق اور روم کے مشرک اور عیسائی فارسیوں سے زیادہ پاک باز تھے؟ ان کی حکومتیں مسلمانوں کے ہاتھوں موت کے گھاٹ نہیں اتریں؟ مصر میں اسلامی فتوحات سے قبطی اور مصری قوموں کا وقار پامال نہیں ہوا؟ پھر آپ مصری سازش کے متعلق کیوں نہیں سوچتے؟

غزالی، ابن مکرم، ابن العربی، شاطبی، ابن حزم، یحییٰ بن یحییٰ، مسعودی وغیرہم قرطبہ اور اندلس کے علماء کو کیوں سازشی نہیں کہا جاتا؟ اگر خراسان، بخارا، قزوین، ترمذ، نساء کے علماء پر حدیث کے سلسلے میں سازشی ہونے کی تہمت اس لئے لگائی ہے کہ ان بزرگوں نے سنت کے پرانے تذکروں، صحابہ اور تابعین کی بیاضوں اور سلف امت کے مسودات سے تدوین حدیث کے لیے راہیں ہموار کیں تو علماء اندلس نے بھی سنت کی کچھ کم خدمت نہیں کی۔ شروح حدیث، فقہ الحدیث اور علوم سنت کی خدمت میں ان بزرگوں نے لاکھوں صفحات لکھ ڈالے۔ ان خدمات کو سازش نہیں کہا گیا۔ منکرین سنت کے پورے خاندان میں کوئی عقلمند نہیں جو ان حقائق پر سنجیدگی سے غور کرے۔ کیا علوم دینی اور فنون نبوت کی ساری داستان میں آپ کو صرف علماء فارس ہی مجرم نظر آئے۔''

(حجیت حدیث، اسلامک پبلشنگ ہاؤس، لاہور، طبع 1981ء، ص60-59)

مشہور عالم دین مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ (المتوفی 1995ء) مضمون کی مناسبت سے لکھتے ہیں:

''جب ہم صحاح ستہ کے داخلی مواد کا سابقہ مدون شدہ ذخیرہ ہائے حدیث سے موازنہ کرتے ہیں تو ہمیں ایسی کوئی بات نہیں ملتی جو ان سابقہ کتب کے مخالف ہو، یا ان پر اضافہ ہو یا ان پیش کردہ کسی عقیدہ یا حکم کی تردید، ترمیم یا تنسیخ کرتی ہو۔ پھر ہم یہ کیسے باور کر سکتے ہیں کہ ان ایرانی جامعین نے اپنی طرف سے ذخیرہ حدیث میں بہت کچھ شامل کر دیا تھا۔

ایرانی لوگ مجوسی یا آتش پرست تھے۔ ان کا نبی زرتشت تھا۔ ان کے ہاں دو خداؤں

یزدان اور اہرمن کا عقیدہ تھا۔ان کی مذہبی کتابیں ژند اور اوستا ہیں۔کیا آپ نے صحاح ستہ کی احادیث میں کوئی ایسی حدیث بھی دیکھی ہے جو آگ کے فضائل بیان کرتی ہو؟ یا وہ ان کے نبی کے حالات زندگی اور مناقب پر مشتمل ہو؟ یا ایک خدا کے بجائے دو خداؤں کی تعلیم دیتی ہو؟ یا اس حدیث میں ایرانیوں کی مذہبی کتابوں کا ذکر آیا ہو؟ اگر ان سب سوالوں کا جواب نفی میں ہے تو ان ایرانی جامعین حدیث نے اپنی طرف سے کیا اضافہ کیا جو ان کے مخصوص سازشی نقطہ نظر کے لحاظ سے ضروری تھا؟......مسلمانوں نے صرف ایران ہی کو بزور شمشیر فتح نہیں کیا تھا اور بھی بہت سے ممالک مثلاً شام، روم، مصر، الجزائر، مراکش، اندلس اور ہندستان وغیرہ کو تیسری صدی ہجری سے بہت پہلے خلافت عثمانیہ کے دور میں بزور شمشیر فتح کر لیا تھا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ یہ تحریک صرف ایران میں ہی چلی؟

(آئینہ پرویزیت، مکتبۃ السلام، لاہور، طبع 2010ء، ص 160-159)

عزیز اللہ بوہیو اور اس کے ہمنواؤں کے ذہنوں پر پرویزیت کی جو گرد چھائی ہوئی تھی، امید ہے کہ وہ اتنی علمی وضاحتوں اور تاریخی پس منظر نقل کرنے کے بعد بتدریج صاف ہو جائے گی، ان شاء اللہ۔ اگر یہ گروہ سنجیدہ ہو کر بیان کی گئی حقیقتوں پر غور وفکر کرے گا تو ان کے دماغوں میں جو فتور ہے وہ بالکل نکل جائے گا اور انھیں یہ بدبودار افسانہ الف سے یا (ی) تک سو فیصد جھوٹا نظر آئے گا کہ ''حدیث فارس کے اماموں کی سازش ہے۔''

عزیز اللہ بوہیو نے ''حدیث'' کو ''غیر قرآنی بات'' قرار دیا ہے۔ اس ضمن میں عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے صرف قرآن مجید نہیں بلکہ اس کی تشریح اور عملی وضاحت بھی ساتھ ساتھ نازل کی ہے، جیسا کہ گزشتہ صفحات میں ''کتاب وحکمۃ'' کی بحث میں گزر چکا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ ''اور رسول جو کچھ تم کو دے لے لو اور جس سے منع کرے رک جاؤ۔'' (الحشر: 7)

نبی کریم ﷺ نے وحی الٰہی کی تابعداری کرتے ہوئے امت تک ہر حکم پہنچایا خواہ وہ





وحی جلی کی صورت میں ہو یا وحی خفی کی شکل میں۔ مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ، وَمِثْلَهُ مَعَهُ أَلَا يُوشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلَى أَرِيكَتِهِ يَقُولُ عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوهُ، وَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ، أَلَا لَا يَحِلُّ لَكُمْ لَحْمُ الْحِمَارِ الْأَهْلِيِّ، وَلَا كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبُعِ، وَلَا لُقَطَةُ مُعَاهِدٍ، إِلَّا أَنْ يَسْتَغْنِيَ عَنْهَا صَاحِبُهَا، وَمَنْ نَزَلَ بِقَوْمٍ فَعَلَيْهِمْ أَنْ يَقْرُوهُ فَإِنْ لَمْ يَقْرُوهُ فَلَهُ أَنْ يُعْقِبَهُمْ بِمِثْلِ قِرَاهُ.)) ''خبردار! مجھے قرآن کے ساتھ اس جیسی اور چیز بھی دی گئی ہے۔ عنقریب ایسا ہوگا کہ ایک پیٹ بھرا (آسودہ حال) آدمی اپنے تخت یا دیوان پر بیٹھ کر کہے گا: اسی قرآن کو اختیار کر لو، جو اس میں حلال ہے، اسے حلال جانو اور جو اس میں حرام ہے اس کو حرام سمجھو۔ خبردار! تمھارے لئے پالتو گدھے نیش دار درندے اور کسی ذمی (کافر) کا گرا پڑا مال اٹھا لینا حلال نہیں، الا یہ کہ اس کا مالک اس سے بے پروا ہو اور جو کوئی کسی قوم کے پاس جائے تو ان پر واجب ہے کہ اس کی مہمانی کریں، اگر وہ اس کی مہمانی نہ کریں تو اس کو حق حاصل ہے کہ اپنی مہمانی کے مثل ان سے بذریعہ طاقت حاصل کر لے۔'' (سنن أبي داود: 4604، وإسناده صحيح، مسند أحمد: 17107، السنن الكبرىٰ للبيهقي: 19469، موارد الظمآن: 97)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((وَإِنَّمَا كَانَ الَّذِي أُوتِيتُ وَحْيًا أَوْحَاهُ اللَّهُ إِلَيَّ.)) ''مجھے جو کچھ دیا گیا ہے وہ وحی ہے جس کو اللہ نے مجھ پر نازل کیا ہے۔'' (صحیح البخاري: 7274)

امام حسان بن عطیہ المحاربی الدمشقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''كَانَ جِبْرِيلُ يَنْزِلُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِالسُّنَّةِ كَمَا يَنْزِلُ عَلَيْهِ بِالْقُرْآنِ وَيُعَلِّمُهُ إِيَّاهَا كَمَا يُعَلِّمُهُ الْقُرْآنَ.'' جبریل (علیہ السلام) رسول اللہ ﷺ کے پاس سنت (یعنی حدیث) لے کر (ایسے) نازل ہوتے تھے جیسے قرآن لے کر نازل ہوتے تھے اور وہ آپ کو جس طرح قرآن سکھاتے تھے اسی طرح یہ (حدیث) بھی سکھاتے تھے۔ (کتاب السنة للامام محمد بن نصر

المروزي: 102، وسنده صحيح)

مذکورہ دلائل سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے پیغمبر سیدنا محمد ﷺ پر صرف قرآن مجید نازل نہیں کیا بلکہ سنت یعنی حدیث بھی جبریل امین علیہ السلام کے ذریعے سے وحی کی صورت میں نازل کی تھی۔ مسلمان ہونے کے ناطے ہم قرآن وحدیث کو وحی الٰہی سمجھ کر اپنے دل میں جگہ دیتے ہیں۔ جب ہم گہرائی اور سنجیدگی سے دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے بہت سے فرقے ہیں وہ کسی نہ کسی شکل میں حدیث کے منکر نظر آتے ہیں جبکہ وہ کھلم کھلا حدیث کا انکار نہیں کرتے، جب کسی شرعی مسئلہ میں کوئی حدیث ان کے مقرر کردہ امام کے مسلک اور موقف کی زد میں ہے تو وہ اپنے امام کے وضع کردہ اصولوں اور قاعدوں کی روشنی میں اس کی تاویل کر کے اس کو رد کرتے ہیں یا اس کو منسوخ قرار دیتے ہیں۔

جناب اشرف علی تھانوی صاحب اس مضمون کی مناسبت سے لکھتے ہیں:

''اکثر مقلد عوام بلکہ خواص اس قدر جامد ہوتے ہیں کہ اگر قول مجتہد کے خلاف کوئی آیت یا حدیث بھی کان میں پڑتی ہے تو ان کے قلب میں انشراح وانبساط نہیں رہتا بلکہ اول استنکار قلب پیدا ہوتا ہے، پھر تاویل کی فکر ہوتی ہے خواہ کتنی ہی بعید کیوں نہ ہو، خواہ دوسری دلیل قوی اس کی معارض ہو بلکہ مجتہد کی دلیل اس مسئلہ میں بجز قیاس کے کچھ بھی نہ ہو بلکہ خود دل میں اس تاویل کی وقعت نہ ہو مگر، نصرت مذہب کے لیے تاویل ضروری سمجھتے ہیں، دل یہ نہیں مانتا کہ قول مجتہد کو چھوڑ کر حدیث صحیح صریح پر عمل کریں۔'' (تذکرۃ الرشید، مؤلف محمد عاشق الٰہی میرٹھی، مکتبہ بحر العلوم، غلام شاہ اسٹریٹ، جونا مارکیٹ، کراچی: 2 ص 131-130)

اس کشادہ زمین پر مسلمانوں کے جتنے بھی فرقے ہیں، ان سب میں جماعت اہل حدیث کو اللہ تعالیٰ نے یہ منفرد مقام عطا کیا ہے کہ اس جماعت سے منسلک ہر عالم یا عامی شخص کے دل میں حدیث کے لیے حد درجہ محبت ہے۔

حدیث پر عمل کرنے میں انہیں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوتی ہے۔ اگر کسی جگہ پر عملی لحاظ سے سستی وکوتاہی کا شکار ہوں گے تو اپنا قصور مانیں گے لیکن حدیث کو نہیں جھٹلائیں گے۔ ان حقائق کا اعتراف ان لوگوں کو بھی ہے جو سرے سے حدیث اور علم الحدیث کے منکر ہیں۔



منکرین حدیث کے ایک اہم فرد کی گواہی پیش خدمت ہے۔ ڈاکٹر قمر زمان لکھتے ہیں:

''اہل حدیث کے علاوہ ہر فرقہ کسی نہ کسی درجہ میں حدیث کا انکاری ہے لیکن اپنے سوا سب دوسروں کو منکرین حدیث کہتے ہیں۔'' (حقیقت حدیث، طبع لاہور، 2007ء، ص 7)

عربی زبان کا ایک محاورہ ہے: ''الفضل ما شهد به الأعداء'' سب سے اچھی گواہی وہ ہے جو دشمن دے، یعنی جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ یقیناً یہ بات سو فیصد درست ہے کہ اہل حدیث کے علاوہ سب، کسی نہ کسی صورت میں حدیث کو ماننے کے معاملہ میں منکر ہیں۔ اگر یقین نہ آئے تو فقہ حنفی کا موازنہ حدیث کے ساتھ کریں آپ کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہو جائے گی۔ اگر کوئی مولوی کہے کہ یہ ہم پر الزام ہے تو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کو لے کر آپ ان کے پاس جائیں اور ان سے کہیں کہ فقہ کو چھوڑ کر ان کتب یا ان جیسی اور کتب کی باسند صحیح احادیث مبارک پر عمل کرو، پھر جو جواب ملے وہ یاد رکھنا، امام کائنات محمد ﷺ نے آج سے تقریباً چودہ صدیاں پیشتر جو پیش گوئی فرمائی تھی وہ من وعن ثابت ہو چکی ہے۔ زبان سے مسلمان کہلوانے والے اور قرآن حکیم کے تدبر وفہم کا دعویٰ کرنے والے زبان سے کہہ رہے ہیں اور قلم سے لکھ رہے ہیں کہ ہمارے لئے قرآن کافی ہے، ہمیں حدیث اور علم الحدیث کی کوئی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ وہ فارس کی سازش ہے۔ دنیا کے اکناف و عالم میں آباد قوموں اور ملک والے اپنے نامور اساتذہ، محققین، صحافیوں، اچھے منتظمین اور بڑے کارنامے سرانجام دینے والوں کو ان کی زندگی میں یا ان کے مرنے کے بعد انہیں انعامات واعزازات سے نوازتے ہیں، لیکن بدقسمتی سے منکرین حدیث نے مسلمان کہلوا کر ان عظیم علمی ہستیوں پر دل کی بھڑاس نکالی ہے جن کی زندگیاں حدیث اور علم الحدیث کی خدمت میں بسر ہوئی تھیں۔ جن نامور شخصیتوں کو دیکھنے اور ان سے حدیث مصطفیٰ ﷺ سننے کے لیے اللہ والوں نے کئی کشت برداشت کئے۔ جن بلند پایہ شخصیتوں نے حدیث کو قبول یا رد کرنے کے معاملے میں ریت کے ذرے برابر بھی کوئی علت قادحہ اور سند میں ذرہ برابر بھی کوئی کمزوری برداشت نہ کی اور جن اعلیٰ مقام کے حامل شخصیتوں نے بروبحر

کے مشکل ترین سفر کر کے نبی کریم ﷺ کی حدیث اور سنت کو محفوظ کیا، ایسے قد آور مسلم شخصیات پر اپنے گھر کے پلنگ پر بیٹھ کر کوئی شخص اپنی زبان یا قلم کے ذریعے سے کج روی کا اظہار کرتا ہے تو ان فقید المثال شخصیتوں کی شان میں ذرہ بھر بھی کمی نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا عَمَّا تُسْـَٔلُوْنَ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾

”یہ امت ہے جو گزر چکی جو انھوں نے کیا ان کے لیے ہے اور جو تم نے کیا تمھارے لیے، تم ان کے اعمال کے بارے میں سوال نہ کیے جاؤ گے۔“ (البقرۃ: 141)

جن محدثین رحمہم اللہ نے احادیث مبارکہ کو اپنے سینے میں جگہ دی، اس عظیم ذخیرہ کو کتابی صورت میں یکجا کیا اور سند ومتن کے متعلق سخت قاعدے اور قوانین بنائے، ان لوگوں کی محنت اللہ تعالیٰ کے دربار میں قبول ہوئی۔ ان کی زندگی میں ان گنت لوگوں نے ان سے وہ نبوی میراث لی۔ ان کی عظیم الشان کتب احادیث اور ان سے استفادہ کرنے والے طلباء، علماء اور عوام وخواص آج بھی موجود ہیں اور قیامت تک ان کے لیے صدقہ جاریہ کی صورت میں موجود رہیں گے۔ ان شاء اللہ

ایک طرف ان کے اجر میں اضافہ اور بہشت میں درجات کی بلندی ہو رہی ہے۔ (انشاء اللہ) دوسری طرف ان کو دل و جان سے چاہنے والوں کی ایک بڑی تعداد آج بھی زمین پر موجود ہے۔ ایسی بلند پایہ ہستیوں کو حقیر کہنا اور ان کی محنتوں کے مقابلے میں کاغذ سیاہ کرنے والے منکرین حدیث کو اور ان کی کتب کو انگلیوں کی گنتی جتنے لوگ جانتے اور پہچانتے ہیں۔ علم کی دنیا میں قدم رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ محدثین رحمہم اللہ کی کتب احادیث پر بے شمار اہل علم نے علمی شروحات لکھی ہیں اور بیش بہا علمی نکات کو اجاگر کیا ہے۔

دوسری طرف جن لوگوں نے حدیث اور علم الحدیث کی مخالفت میں قلم اٹھایا تھا ان کے رد میں علمائے حق نے علمی کتب تحریر کر کے ان کی ناپاک جسارت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا ہے۔ ایک گروہ کو دنیا میں عزت ملی اور دوسرے کو رسوائی کا منہ دیکھنا پڑا۔





ابو الاسجد محمد صدیق رضا

# کمزور امیر، فرمانِ رسول ﷺ اور رجسٹرڈ فرقہ (قسط:۱)

قارئین کرام اس مضمون سے قبل بفضل اللہ تعالیٰ دلائل و براہین کے ساتھ ایک مضمون ’حدیث:” تلزم جماعة المسلمين و إمامهم“ اور رجسٹرڈ فرقہ‘ کے عنوان سے مؤقر ماہنامہ ”اشاعۃ الحدیث“ حضرو کے جنوری اور فروری 2004ء کے دو شماروں میں شائع ہو چکا ہے۔ اس میں ہم نے وعدہ کیا تھا کہ ”کمزور و محکوم“ امیر کے حق میں دیئے جانے والے خود ساختہ دلائل اور عقلی ڈھکوسلوں کا جائزہ ہم کسی دوسری فرصت میں لیں گے، وعدے کے مطابق یہ مضمون آپ کے سامنے ہے، پہلا مضمون بلکہ اس سے پہلے راقم کے جتنے مضامین ”ماہنامہ الحدیث“ میں شائع ہوئے سب کے سب استاذی المحترم محدث العصر فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی نظر ثانی کے بعد شائع ہوئے۔ آخری مضمون بھی استاذ گرامی اپنی زندگی ہی میں کمپوز کرا چکے تھے جو ان کے طے شدہ پروگرام کے مطابق نومبر، دسمبر 2014ء کے دو شماروں میں شائع ہونا تھا، جو بعض ناگزیر وجوہات کے سبب تاخیر سے شائع ہوا۔

سچی بات تو یہ ہے کہ استاذ گرامی رحمہ اللہ کی نظر ثانی کے بعد دل قدرے مطمئن ہو جاتا تھا کہ ان شاء اللہ، اب مضمون میں کوئی واضح علمی غلطی نہیں رہ سکتی، کیونکہ استاذ گرامی اپنی عادت کے مطابق بڑی ہی باریک بینی سے دیکھا کرتے اور غلطیاں نوٹ فرما لیتے تھے، لیکن اپنی علمی دیانت کے سبب جو اصلاح و تبدیلی فرمانا چاہتے باقاعدہ مطلع فرماتے بلکہ اجازت بھی طلب کیا کرتے تھے۔ اللہ گواہ ہے کہ اس وقت اس کم علم و ناکارہ کو کس قدر شرمندگی و ندامت ہوتی جب شیخ محترم رحمہ اللہ کمال شفقت فرماتے ہوئے یوں گویا ہوتے: ”صدیق بھائی! آپ نے فلاں جملہ یا فلاں لفظ اس طرح لکھا ہے، اگر اسے اس طرح تبدیل کر دیا جائے تو آپ کو اعتراض تو نہیں؟“ حتیٰ کہ املائی غلطی درست کرنے کی بھی باقاعدہ اجازت لیتے، حالانکہ یہ ناکارہ بار ہا مؤدبانہ التماس کر چکا تھا کہ آپ کی طرف مضمون ارسال کرنے

کا مقصد ہی یہی ہوتا ہے کہ آپ اس کی اصلاح فرما دیں، لہٰذا آپ جیسے صحیح اور مناسب سمجھیں اصلاح کرلیں، ایک ادنیٰ شاگرد ہونے کے ناطے اس شفقت پر حد درجہ ندامت ہوتی ہے، لیکن ان کا تقویٰ، ورع، احتیاط و دیانتداری تھی کہ آخر تک اپنی اس عادت پر قائم رہے، استاذِ گرامی کا علمی سایۂ شفقت ہمارے سروں پر سے اٹھ چکا ہے، دل مغموم ہے لیکن ہم قضائے الٰہی پر راضی ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی حسنات و خدمات دینیہ کو قبول فرمائے، ان کی لغزشوں سے درگزر فرمائے، انہیں اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائے۔ (آمین)

نیز ان کی علمی خدمات کو جاری رکھنے میں مگن حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ اور بقیہ تمام تلامذہ کو یہ توفیق عطا فرمائے کہ وہ تن من دھن کے ساتھ اس خالص علمی سلسلے کو جاری رکھیں اور اللہ کی توفیق سے اسے پروان چڑھائیں، آمین یارب العالمین۔

**تنبیہ:** مسعود صاحب اور ان کے بنائے ہوئے رجسٹرڈ فرقے کی طرف سے بزعم خود محکوم و کمزور امیر کے حق میں کافی ثبوت پیش کئے گئے ہیں جو ان کے لٹریچر کا حصہ ہے۔ ہم جن دلائل سے واقف ہوئے ہیں، ان میں سے چند قابل ذکر دلائل کے جوابات اپنی ترقیم و ترتیب سے عرض کر دیتے ہیں۔

## محکوم امیر کی پہلی دلیل:

مسعود صاحب نے لکھا:

''حضرت ابوذر فرماتے ہیں: اَنَّ رسولَ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قَالَ: یَا اَبَا ذَرٍّ اِنِّی اَرَاکَ ضَعِیْفًا وَ اِنِّی اُحِبُّ لَکَ مَا اُحِبُّ لِنَفْسِی لَا تَأَمَّرَنَّ عَلَی اثْنَیْنِ .

(صحیح مسلم کتاب الامارۃ ، باب کراھۃ الامارۃ بغیر ضرورۃ جز 2ص124)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر، میں دیکھتا ہوں کہ تم کمزور (آدمی) ہو اور جو چیز میں اپنے لئے پسند کرتا ہوں وہی تمہارے لئے پسند کرتا ہوں تم ہرگز دو آدمیوں پر بھی امیر نہ بننا''

(امیر کی اطاعت ص8,9، اشاعتِ جدید ص5، آئینہ دار ص224)

مسعود صاحب کے استدلال سے پہلے ذرا اس حدیث پر غور کریں کہ نبی کریم ﷺ نے





دو آدمیوں پر بھی امیر بننے سے کیوں منع فرمایا؟ وجہ خود رسول اللہ ﷺ نے بیان فرما دی کہ ''اراكَ ضَعِيْفًا'' میں دیکھتا ہوں کہ تم کمزور ہو۔ کمزور آدمی امیر کیوں نہ بنے اس کی وجہ کیا ہے؟ چنانچہ اس کی وجہ بھی رسول اللہ ﷺ نے بیان فرما دی۔ صحیح مسلم کے اسی باب میں موجود ہے کہ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: '' قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! اَلَا تَسْتَعْمِلُنِی ؟ قَالَ فَضَرَبَ بِيَدِهِ عَلَى مَنْكِبِيْ ، ثُمَّ قَالَ: يَا اَبَا ذَرٍّ! اِنَّكَ ضَعِيْفٌ ، وَ اِنَّهَا اَمَانَةٌ ، وَ اِنَّهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِزْيٌ وَ نَدَامَةٌ ، اِلَّا مَنْ اَخَذَهَا بِحَقِّهَا وَ اَدَّى الَّذِي عَلَيْهِ فِيْهَا . '' (صحیح مسلم:1825 ، ترقیم دارالسلام: 4719)

اس حدیث کا ترجمہ (وعنوان) مسعود صاحب کی کتاب سے ملاحظہ کیجئے، لکھا ہے:

''امارت کی خواہش......عرض کیا'' آپ مجھے عامل کیوں نہیں بناتے؟'' رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ ان کے شانہ پر مار کر فرمایا: ''اے ابوذر رضی اللہ عنہ تم کمزور ہو، اور بے شک یہ ایک امانت ہے اور بے شک قیامت کے دن یہ رسوائی و ندامت کا باعث ہوگی مگر اس کے لئے نہیں جو اس کو اس کے حق کے ساتھ لے اور جو ذمہ داریاں اس پر عائد ہوتی ہیں ان کو پورا کرے۔'' (تاریخ الاسلام ص 824، بحوالہ صحیح مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ''امارت'' ایک امانت ہے، اس کی کچھ ذمہ داریاں اور فرائض ہیں جو ان ذمہ داریوں کو ادا کرے وہ اسے حق کے ساتھ لینے والا ہے، لیکن جو شخص سلطان یعنی قوت و اقتدار سے محروم ہو بلکہ خود محکوم ہے اور اسی سبب وہ ''امارت'' کی ذمہ داریاں ادا نہیں کرسکتا، یقیناً وہ اس کا اہل نہیں اور ناحق لینے والا ہے۔ حدیث کے مطابق یہ امارت لینا اس کے لئے رسوائی و ندامت کا باعث ہوگی، خواہ وہ کسی پارٹی کا ہو۔

## مسعود صاحب کا استدلال:

اب یہ دیکھیں کہ مسعود صاحب حدیث مذکور سے کس طرح اپنا مدعیٰ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: ''دو آدمیوں پر امیر بننے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں: ❶ خلیفہ دو آدمیوں پر کسی کو امیر بنا دے مثلاً امیر وفد۔

❷ خلیفہ کی عدم موجودگی میں دو آدمی خود کسی کو امیر بنا لیں مثلاً امیر جماعت یا امیر سفر۔

ان دونوں صورتوں میں سے کسی ایک کو خاص کر لینا بے دلیل ہے۔ دوسری صورت میں دو آدمیوں کے امیر کے پاس نہ کوئی حکومت اور نہ فوج لیکن اس حال میں بھی اس کی اطاعت فرض ہوگی، اگر فرض نہ ہو تو کونسی ذمہ داری ہے جس سے ڈرایا جا رہا ہے۔''

(امیر کی اطاعت ص 9 جدید ایڈیشن ص 5، آئینہ دار ص 224)

**جواب:** ان دونوں صورتوں میں سے پہلی صورت اختلافی نہیں، چونکہ شریعت میں انتظامی امور میں خلیفہ کو اختیار حاصل ہے، پھر رسول اللہ ﷺ اور ان کے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم بھی وفود وغیرہ پر امیر بنایا کرتے تھے۔ جہاں تک تعلق ہے دوسری صورت کا تو عرض ہے کہ اس میں مسعود صاحب کی پیش کردہ دو مثالوں میں سے ''امیر جماعت'' والی صورت بے ثبوت ہے۔ مسئلہ خاص کرنے کا نہیں بلکہ ثبوت و عدم ثبوت کا ہے، حدیث مذکور سے واضح ہے کہ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عامل مقرر کئے جانے کی درخواست کی تھی، اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو تعلیم فرمودہ دعا (سورۂ بنی اسرائیل:80) کو شرف قبولیت عطا فرما کر مدینہ منورہ میں قوت و غلبہ، حکومت و اقتدار عطا فرمایا۔

(تفصیل کے لیے دیکھیں ماہنامہ اشاعۃ الحدیث، شمارہ:113 ص 31)

تو یہ درخواست مقتدر اعلیٰ سے ہی تھی نہ یہ کہ کسی محکوم محض فرد سے، لہٰذا اس حدیث سے یہ ثابت کرنا کہ ''دو آدمی خود کسی کو اپنا امیر بنا لیں، مثلاً ''امیر جماعت'' باطل ہے، بلکہ کسی بھی حدیث میں اس کا ذکر ہی نہیں۔ دو آدمیوں کا ذکر ضرور ہے لیکن جس سیاق و سباق میں ہے اس سے بالکل ظاہر ہے کہ اس سے پوری کی پوری ''امتِ مسلمہ'' کی امارت و امامت کبریٰ مراد نہیں ہے۔ مسعود صاحب نے حدیث سے صرف ''دو آدمیوں'' کی بات پکڑ لی، لیکن اپنی امارت و مؤقف منوانے کے لئے سیاق حدیث کو بالکل نظر انداز کر دیا اور غلط استدلال کر بیٹھے۔

پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ دو چار یا چند ہزار لوگوں کو یہ اختیار کس نے دیا کہ وہ باقی لوگوں سے مشورہ کئے بغیر کسی ایک فرد کو پوری امت کا امیر بنا لیں، جبکہ اللہ تعالیٰ نے





فرمایا: ﴿وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ﴾ (الشوریٰ:38)

پھر اس بات کی کیا دلیل ہے کہ سلطان کے بغیر کچھ لوگوں کے بنائے ہوئے ''امیر'' کو وہ تمام اختیارات بھی حاصل ہو جائیں جو اسلام میں امام یعنی خلیفہ کو حاصل ہیں، پھر ان چند لوگوں کے ''امیر'' ہونے کی وجہ سے وہ اقتدار و سلطان کے بغیر ایسا امیر بن جائے کہ جس کی بیعت نہ کرنا، اُس سے علیحدہ رہنا، جاہلیت کی موت کا سبب بنے، جو رجسٹرڈ فرقے کی تشریح کے مطابق کفر کی موت ہے۔ ہرگز نہیں یہ تو پوری امت مسلمہ کا مسئلہ ہے۔

**صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے منہج کی مخالفت:**

پھر دو چار لوگوں کا مل کر کسی فرد کو پوری امت کا امیر مقرر کر دینا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے منہج کے بھی صریح خلاف ہے۔ دیکھئے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں حج کے لئے مکہ تشریف لے گئے تھے، ان دنوں میں کسی نے یہ کہہ دیا کہ جب عمر رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو ہم فلاں شخص کی بیعت کر لیں گے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو جب اس بات کی اطلاع دی گئی تو ان کا رد عمل کیا تھا؟ مسعود صاحب ہی سے سن لیں، لکھا ہے: ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس بات کو سن کر بہت غضبناک ہوئے اور فرمایا: ''ان شاء اللہ شام کے وقت میں کھڑے ہو کر (تقریر کروں گا اور) تمام لوگوں کو ایسے لوگوں سے ہوشیار کروں گا جو اُمورِ خلافت کو غصب کرنا چاہتے ہیں'' حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ''میں نے کہا: اے امیر المؤمنین ایسا نہ کیجئے کیونکہ یہ حج کا موقع ہے۔ جاہل اور رذیل ہر قسم کے لوگ یہاں جمع ہیں، جب آپ تقریر کرنے کھڑے ہوں گے تو یہی لوگ آپ کے قریب ہوں گے۔ مجھے ڈر ہے کہ اڑانے والے اس کو اڑا کر اس کی حفاظت نہ کریں اور جہاں اسے رکھنا چاہیے وہاں نہ رکھیں...... لہٰذا آپ اتنا انتظار کریں کہ مدینہ پہنچ جائیں، کیونکہ مدینہ دار الهجرۃ والسنۃ ہے وہاں آپ سمجھدار اور اہل شرف آدمیوں کو چن کر اُن کے سامنے جو کچھ کہنا ہو کہیں تا کہ اہل علم آپ کی بات سن کر اُس کو اُس کے محل پر رکھیں۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اس مشورہ کو قبول فرما لیا اور) فرمایا ''اللہ کی قسم میں مدینہ میں سب سے پہلے یہی تقریر کروں گا۔'' (تاریخ الاسلام والمسلمین ص 722 بحوالہ صحیح البخاري)

ذرا غور کیجئے! سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جس بات پر ناراضی کا اظہار فرمایا اور فوراً اس کی تلافی کرنا چاہی وہ کیا بات تھی؟ یہی کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ''خلیفہ کی عدم موجودگی'' میں کسی کو ''خلیفہ'' بنا کر اس کی بیعت کر لیں گے، جیسا کہ مسعود صاحب اور ان کے بنائے ہوئے فرقہ کے لوگ بھی اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ ایسی صورت میں ''دو آدمی خود کسی کو امیر بنالیں''! بلکہ اس بات کو حدیث سے ثابت کرنے کے درپے ہیں۔ لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تو اس بات کو سن کر ناراض، بقول مسعود صاحب غضبناک ہوئے، پھر سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ان کی ناراضی کو دیکھ کر یہ نہیں فرمایا کہ امیر المومنین! آپ کا غصہ بے جا ہے یہ بات تو حدیث سے ثابت ہے، بلکہ انھیں مشورہ دیا کہ آپ اس بات کی تردید ضرور فرمائیں لیکن یہ مناسب مقام نہیں، یہاں جس قدر لوگ جمع ہیں سب کی ذہنی سطح یکساں نہیں، اس کے لئے مدینہ طیبہ ہی مناسب رہے گا۔ پھر مدینہ طیبہ پہنچ کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جو خطبہ دیا اُس کا بعض حصہ مسعود صاحب کے قلم سے ملاحظہ کیجئے، لکھا ہے:

''**حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اہم خطبہ:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ذوالحجہ کے آخر میں ہم مدینہ پہنچے جب جمعہ کا دن ہوا تو میں آفتاب کے ڈھلتے ہی جلدی سے مسجد پہنچا۔ میں نے سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو منبر کے پاس بیٹھے ہوئے پایا، میں بھی اُن کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر آکر بیٹھ گئے۔ جب موذن اذان دیکر خاموش ہوگئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوگئے، اللہ کی حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا أما بعد...... مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم میں سے بعض آدمی یہ کہتا ہے کہ اگر عمر رضی اللہ عنہ مر گئے تو میں فلاں شخص کی بیعت کرلوں گا اور (خبردار) کوئی شخص یہ کہہ کر فریب نہ دے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت بھی تو یکا یک بغیر مشورہ کے ہوئی تھی اور اس کا انجام بخیر ہوا (لہٰذا بغیر مشورہ کے ہماری اس بیعت کا انجام بھی بخیر ہوگا) بے شک ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت یکا یک ہی ہوئی تھی لیکن اللہ نے اس کی برائی سے (سب کو) بچالیا (یعنی یکا یک بیعت کر لینے سے جن خدشات کا خطرہ تھا وہ ظہور پذیر نہیں ہوئے) تم میں کوئی ایسا نہیں ہے جس میں





ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسی فضیلت ہو۔ (تاریخ الاسلام ص723)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد خطبہ میں ارشاد فرمایا: ''مَنْ بَايَعَ رَجُلًا عَنْ غَيْرِ مَشْوَرَةٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَلَا يُبَايَعُ هُوَ وَ لَا الَّذِيْ بَايَعَهُ تَغِرَّةً أَنْ يُقْتَلَا .''

(صحيح البخاري:6830)

مسعود صاحب نے ترجمہ کیا:

''اب جس کسی شخص نے مسلمین کے مشورہ کے بغیر کسی دوسرے شخص کی بیعت کرلی تو اس کی اور اس کے متبع کی بیعت نہ کی جائے۔ خصوصاً اس اندیشہ سے بھی ان کی بیعت سے گریز کیا جائے کہ وہ دونوں تو بہرحال قتل کردیے جائینگے۔'' (تاریخ الاسلام ص723)

خطبہ کے آخر میں دوبارہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہی بات ارشاد فرمائی۔ جسے مسعود صاحب نے نقل کرتے ہوئے بین القوسین یہ تشریح لکھی۔

''وہ دونوں قتل نہ کردیئے جائیں'' (اور وہ بھی خطرہ میں مبتلا ہو جائے، اس لئے کہ مشورہ سے منتخب کردہ امیر کے ہاتھ پر جب بیعت ہو جائے تو پھر بھی وہ شخص جس نے بغیر مشورہ بیعت کی تھی اور وہ جس کے ہاتھ پر بیعت کی گئی تھی دونوں اپنی ضد پر رہیں تو از روئے قانونِ اسلامی وہ قتل کردیئے جائیں گے۔'' (حوالہ بالا ص725)

واضح رہے کہ یہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی انفرادی رائے نہیں بلکہ انھوں نے خطبہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے اس معاملہ میں اسلامی طریقہ وقانون کو واضح فرمایا اور کسی نے ان کی مخالفت نہیں کی۔

اگر کوئی رجسٹرڈ فرقہ پرست یہ کہے کہ یہ تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے مرفوع حدیث نہیں، تو سنیے رجسٹرڈ فرقہ پرستوں کے امام ثانی محمد اشتیاق صاحب نے لکھا ہے:

''**غلط فہمی:** صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صحیح سند سے ثابت شدہ روایات اور واقعات دلیل کے طور پر پیش کئے جاسکتے ہیں بشرطیکہ وہ کسی مرفوع حدیث کے خلاف نہ ہوں۔

**ازالہ:** ہمیں شاہ صاحب کی بات سے اتفاق ہے، اس سلسلہ میں کچھ دلائل ملاحظہ

فرمایئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں کی جانچ پڑتال کی پھر محمد ﷺ کو منتخب کیا...... پھر ان کے بعد لوگوں کے دلوں میں دیکھا اور آپ کے اصحاب کو منتخب کیا۔ پھر ان کو اپنے دین کا مددگار بنایا اور اپنے نبی ﷺ کا وزیر بنایا۔ پھر جس چیز کو مومنین اچھا سمجھیں بس وہ چیز اللہ کے نزدیک اچھی ہے اور جس چیز کو مؤمنین برا سمجھیں وہ چیز اللہ کے نزدیک بھی بری ہے۔'' (رواه البغوي في شرح السنة 214/1 و اخرجه أحمد و إسناده حسن ، تحقیق کا فقدان ص 49)

وقار صاحب کی بات کو ''غلط فہمی'' قرار دینے کے باوجود اشتیاق صاحب نے اس سے اتفاق ہی کیا بلکہ بزعم خود اس بات کے کچھ دلائل بھی نقل فرمادیئے، ہم عرض کر چکے ہیں کہ گھمنڈو نخوت کے شکار یہ رجسٹرڈ فرقہ پرست کسی کی درست بات کو بھی مشکل سے تسلیم کرتے ہیں۔

الغرض کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے یہ نہیں کہا کہ جب خلیفہ فوت ہو گئے تو ان کی عدم موجودگی میں ''دو آدمی خود کسی شخص کو امیر بنالیں گے تو وہ امیر بن جائے گا، یہ بات حدیث سے ثابت ہے، پھر اس کی بیعت واطاعت پوری امت پر لازم ہو جائیگی، جیسا کہ رجسٹرڈ فرقے کا خیال ہے یا ان جیسے دوسرے خلیفہ پارٹی والوں کا۔ جی نہیں، کسی صحابی نے ایسا قطعاً نہیں کہا۔ گویا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بات سے اتفاق کیا، پھر خود مسعود صاحب نے جو تشریح کی اُس کے مطابق یہ قول اسلامی قانون کا بیان ہے۔ پھر یہ تو مسعود صاحب کے تناقضات میں سے ایک تناقض ہے کہ اس کے باوجود بعد میں وہ یہ بات لکھ گئے کہ ''دو آدمی خود کسی کو اپنا امیر بنالیں'' شاید جماعتی مجبوری کی وجہ سے۔

**حدیث سے الٹا نتیجہ اخذ کرنا:** اب یہ بھی دیکھ لیجئے کہ مسعود صاحب نے سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو تسلیم کرنے کے بجائے کس طرح اس سے الٹا نتیجہ برآمد کیا، چنانچہ لکھا ہے: ''دو آدمیوں کے امیر کے پاس نہ کوئی حکومت ہوگی اور نہ فوج اس حال میں بھی اس کی اطاعت فرض ہوگی۔'' کہاں سے فرض ہوگی جبکہ وہ کمزور ہونے کی وجہ سے امیر بن ہی نہیں سکتا۔ اگر وہ حدیث کی مخالفت کرتا ہوا، امیر بن جائے تو بجائے اس کی اصلاح





کے اُسے سمجھانے کے مسعود صاحب اُس کی اطاعت فرض کر رہے ہیں۔ کہیں اس لئے تو نہیں کہ خود جناب بھی کمزور امیر رہے، اور اپنی مثال ''بی اے'' کے طالب علم کے مقابلہ میں تیسری جماعت کے طالب علم کی طرح بیان کی۔ پھر بڑی سادگی کا اظہار کرتے ہوئے یہ بھی لکھ گئے کہ ''اگر فرض نہ ہو تو کونسی ذمہ داری ہے جس سے ڈرایا جا رہا ہے۔''

گزشتہ سطور میں ہم پوری حدیث نقل کر آئے ہیں دیکھ لیجئے حدیث میں تو کمزور کو امیر بننے سے اس لئے منع کیا گیا ہے کہ امارت ایک بھاری ذمہ داری ہے، اسی ذمہ داری سے ڈرایا جا رہا ہے کہ جو ان ذمہ داریوں کو ادا نہیں کر سکتا قیامت کے دن یہ اس کے لئے ندامت کا باعث بن جائے گی، لیکن مسعود صاحب مطلب برآری کے لئے اسی حدیث سے امیر اور امارت کی ذمہ داری واضح کرنے کے بجائے مامورین کی اطاعت کو ذمہ داری بنا بیٹھے۔ گویا جس حدیث میں ''امارت کے خواہش مندوں'' کے لئے ہدایت ورہنمائی تھی اس کو مامورین کے لئے باور کرانے کی کوشش کی۔ بہر حال رجسٹرڈ پرست سن لیں کہ ذمہ داریاں ''امیر کے فرائض اور رعایا کے حقوق'' ہیں نہ کہ مامورین کا اطاعت کرنا۔

اتنی سی بات تو مسعود صاحب بھی سمجھ سکتے تھے لیکن اپنی رجسٹرڈ جماعت وامارت کے دفاع میں اس سخن سازی پر مجبور ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث سے ثابت ہونے والی بات ''کمزور آدمی جو امارت کے فرائض ادا نہ کر سکے وہ امیر نہ بنے'' کا ذکر تک نہیں کیا، چونکہ ان کی خود ساختہ جماعت وامارت کو خطرہ تھا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم

دوسری صورت میں مسعود صاحب نے دوسری مثال ''امیر سفر'' کی پیش کی۔ عرض ہے کہ اس سلسلہ میں پیش کی جانے والی تمام مرفوع روایات ضعیف ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھئے استاذِ محترم فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا مضمون ''امارتِ سفر کا حکم اور کاغذی تنظیمیں'' (الحدیث: 53 ص 17-13، نیز توضیح الاحکام ج1 ص 652-648)

اگر موقوف روایت سے استدلال کیا بھی جائے تو امیر سفر اور عام امیر کے احکام مختلف ہیں۔ امیر سفر کی نہ تو بیعت ہوتی ہے نہ وہ شرعی سزائیں ہی نافذ کر سکتا ہے۔ اس پر قیاس کر کے پوری امت کا امیر بنانا کیسے درست ہو سکتا ہے؟

# سیدنا خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک مشہور روایت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْاَمِیْنَ ، اَمَّا بَعْدُ:

عوام الناس کے ہاں سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ایک روایت مشہور ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر سوال نما خواہشات کا اظہار کرتا ہے اور جواب پاتا ہے۔

اس کا حوالہ کنز العمال از علی المتقی الہندی پیش کیا جاتا ہے ، بعد ازاں خاموشی ہی ہے۔ یہ روایت کنز العمال (16/129-127 رقم 44154) میں موجود ہے۔

کنز العمال علامہ سیوطی کی کتب الجامع الصغیر، الجامع الکبیر اور جمع الجوامع وغیرہ کتاب کی فقہی ترتیب ہے۔

یہ روایت جمع الجوامع (352-352 رقم: 10953) کی مسند خالد بن الولید رضی اللہ عنہ میں موجود ہے۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

”وجدت بخط الشيخ شمس الدين بن القماح فى مجموع له عن أبى العباس المستغفرى قال :قصدت مصر أريد طلب العلم من الإمام أبى حامد المصرى والتمست منه حديث خالد بن الوليد فأمرنى بصوم سنة ، ثم عاودته فى ذلك فأخبرنى باسناده عن مشايخه إلى خالد بن الوليد قال :جاء رجل إلى النبى صلى الله عليه وسلم فقال :إنى سائلك عما فى الدنيا والآخرة ، فقال له :سل عما بدا لك .“

❶ میں نے شیخ شمس الدین ابن القماح کے مجموعے میں ان کے خط سے لکھا ہوا دیکھا کہ ابو عباس مستغفری لکھتے ہیں: میں نے ابو حامد مصری سے حصول علم کے لیے مصر کا قصد کیا،





میں نے ان سے (سیدنا) خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی حدیث چاہی تو انھوں نے ایک سال روزے رکھنے کا کہا۔ پھر میں (روزے رکھنے کے بعد بار بار) ان کے پاس گیا تو انھوں نے اپنی سند سے اپنے مشائخ سے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تک حدیث بیان کی کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ میں آپ سے دنیا اور آخرت (کے امور) سے متعلق سوال کرنا چاہتا ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھو......الخ

اس روایت کو شمس الدین ابن القماح نے بیان کیا ہے۔ ان کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ابن القماح القاضي الامام العلامة شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن ابراهيم بن حيدرة بن على القرشي المصري الشافعي ......

نیز لکھتے ہیں: ”وكان آية في حفظ القرآن الكريم و فى الذكاء مشكورا فى الفتاوىٰ...... و جمع مجاميع مفيدة“ ( تاريخ الإسلام (53/330-239 رقم : 1109) سير اعلام النبلاء (الجزء المفقود ص550 رقم: 6815)

یہی بات صلاح الدین الصفدی نے الوافی بالوفیات (2/106-105 رقم: 514) میں بیان کی ہے۔ اور اعیان العصر واعوان النصر (4/268-267) میں یہ اضافہ کیا ہے:

”وجاد بالعلم ، فأجاد ، ..........ولياليه وأيامه بالعدل مجدده ، وهو آية فى الحفظ الذى لا يحكيه فيه نظير ، ولا يضبطه فيه حوزة ولا حظير“

ان کے مزید تفصیلی حالات کے لیے دیکھئے: ذيل التقييد فى رواة السنن والأسانيد لأبي الطيب المكي الحسني (1/34-33) الدرر الكامنة فى أعيان المائة الثامنة لابن حجر (3/304-303) طبقات الشافعية الكبرىٰ للسبكي (5/57-56 رقم: 1303 ، و كان من شيوخه)، شذرات الذهب لابن العماد الحنبلي (6/132-131) اور حسن المحاضرة للسيوطي (1/426 رقم: 159)

تاریخ ولادت 656ہجری اور تاریخ وفات 741ہجری ہے۔

❷ دوسرے راوی ابوالعباس المستغفری کے بارے میں حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

"الإِمَامُ، الحَافِظُ، المُجَوِّدُ، المصنِّفُ، أَبُو العَبَّاسِ جَعْفَرُ بنُ مُحَمَّدِ بنُ المُعْتَزِّ بنِ مُحَمَّدِ بنِ المُسْتَغْفِرِ بنِ الفَتْحِ بنِ إِدْرِيْسَ المُسْتَغْفِرِيُّ، النَّسَفِيُّ ...... وَكَانَ مُحْدِّثَ مَا وراء النَّهرِ فِي زَمَانِهِ."

اور تذکرۃ الحفاظ (1102/3) میں لکھتے ہیں:"وكان صدوقًا فی نفسه لكنه يروى الموضوعات فی الأبواب ولا يوهيها."

یعنی وہ فی نفسہ صدوق ہیں لیکن موضوع روایات ان کا حکم بیان کیے بغیر روایت کرتے تھے

اور تاریخ اسلام (365-364) میں ہے: "وهو صدوق، لكنّه يروى الموضوعات ولا يكتبها."

نیز دیکھئے الانساب للسمعاني (286/5) اور شذرات الذهب لابن العماد الحنبلي (249-250/3)

اور اس میں ہے کہ "قال ابن ناصر الدين: كان حافظا مصنفا ثقة مبرزا على أقرانه لكنه يروى الموضوعات من غير تبين."

آپ 350ہجری میں پیدا ہوئے اور 423ہجری میں فوت ہوئے۔

❸ الامام ابوحامد المصری، اس کے حالات نہیں ملے۔ آگے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تک ساری سند مجہول رواۃ سے ہے۔ واللہ اعلم

اس روایت کی سند میں ابن القماح اور المستغفری کے مابین تین صدیوں کا فاصلہ ہے اور آگے کی سند میں مجاہیل ہیں، لہٰذا یہ سند موضوع ہے۔

اس کی دوسری سند الاربعون البلدانیۃ میں اس طرح ہے:

"أَنا الشَّيْخُ الإِمَامُ مُفْتِي الأَئِمَّةِ رَئِيسُ الأَصْحَابِ أَبُو الْمَحَامِدِ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي سَعْدِ بْنِ أَبِي الْخَطَّابِ الْبُخَارِيُّ، إِمْلاءً، ثنا أَبُو الرَّضِيِّ





مُحَمَّدُ بْنُ مَحْمُودِ بْنِ عَلِيٍّ الطِّرَازِيُّ، أنا أَبُو مُحَمَّدٍ مَسْعُودُ بْنُ الْحَسَنِ الْكِسَائِيُّ، ثنا أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، إِمْلاءً، ثنا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ السَّنْكَبَاثِيُّ، ثنا أَبُو إِسْحَاقَ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْخَطِيبُ، ثنا أَبُو يُوسُفَ أَحْمَدُ بْنُ قَيْسٍ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى بْنِ رَجَاءٍ، ثنا أَبُو زَكَرِيَّا يَحْيَى بْنُ عَبَّاسٍ الْهَرَوِيُّ، ثنا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ، ثنا زُهَيْرٌ، ثنا مَنْصُورُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ، عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ وَلِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ مِنْ يَمَنٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَأْذَنَ عَلَيْهِ فَدَخَلَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَتَيْتُكَ لِتُعَلِّمَنِي جِمَاعَ الْخَيْرِ لَعَلَّ اللَّهَ يَنْفَعُنِي بِهِ، فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَلْ مَا شِئْتَ"

(الاربعون البلدانية، رقم: 24)

راویان حدیث کی تفصیل یوں ہے:

❶ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

❷ ربعی بن حراش: ابو مريم العبسی الكوفي ثقة، عابد مخضرم.

(تقريب التهذيب:1879)

❸ منصور بن المعتمر: ابن عبد الله السلمي أبو عتاب الكوفي ثقة ثبت. (تقريب التهذيب: 6908)

❹ زهير: ابن معاوية بن حديج أبو خيثمة الجعفی الكوفي نزل الجزيرة، ثقة ثبت. (تقريب التهذيب، رقم:2051)

❺ عبداللہ بن یونس: اس راوی کا تعین نہیں ہوسکا۔

زہیر بن معاویہ کے شاگردوں میں احمد بن عبداللہ بن یونس کا نام ہے۔

دیکھئے تہذیب الکمال وغیرہ، ممکن ہے یہ تصحیف ہو۔ واللہ اعلم!

❻ ابوزکریا یحییٰ بن عباس الہروی: اس کا ترجمہ نہیں ملا۔

۷ **محمد بن موسیٰ بن رجاء:** اس کا بھی ترجمہ نہیں ملا۔

الأنساب للسمعاني (12/5) اللباب في تهذيب الأنساب لابن الاثير (237/2) الأماكن للحازمي (ص 792رقم:721) معجم البلدان للحموي (428/4) الاكمال لابن ماكولا (141/7) اورتوضيح المشتبة لابن ناصر الدين (266/7) کتب رجال میں ابوجعفر محمد بن موسیٰ بن رجاء الکارزنی کا ترجمہ ملتا ہے جس کی وفات 370 ہجری سے قبل کی ہے۔

۸ **ابو یوسف احمد بن قیس:** ترجمہ نہیں ملا۔

۹ **ابواسحاق بن ابراہیم الخطیب:** إسحاق بن إبراهيم الخطيب

اس کا ذکر حافظ ضیاء الدین المقدسی نے المنتقیٰ من مسموعات مرو (63) میں کیا ہے۔اس کے علاوہ حالات نہیں ملے۔

۱۰ **ابوالحسن علی بن احمد السنکباثی:** علي بن أحمد بن الربيع بن شافع السنكباثي .

امام سمعانی نے کہا ہے:

"أحد الأئمة الزهاد المشهورين بسمرقند.(الأنساب (322-323/3)

اوران کی تاریخ وفات 452 ہجری ذکر کی ہے۔

امام ذہبی نے سن 452 ہجری کی وفیات میں ان کا ذکر کیا ہے۔

(تاريخ الإسلام 329/30)

نیز دیکھئے إكمال الإكمال لابن نقطة (543/3، رقم: 3683) معجم البلدان (268/3)

حافظ ضیاء المقدسی نے الإمام الزاهد کہا ہے۔المنتقیٰ من مسموعات مرو (58)

۱۱ أبو القاسم عبد الله بْن عُمَر بْن محمد بْن أَحَيد، الكُشانيّ،



الخطيب ثقة، إمام، مشهور. (تاريخ الإسلام للذهبي 61/35)

اکثر جگہ نام عبیداللہ بن عمر ذکر ہے، وہ بھی ثقہ ہیں۔ دیکھئے سير أعلام النبلاء (268/19) تاريخ الإسلام (65/35) الانساب للسمعاني (74/5)

دونوں کی تاریخ وفات 502 ہجری ہے۔ واللہ اعلم!

۱۲ **ابومحمد مسعود بن الحسن الکسائی:** اس کتاب کی حدیث (28) میں یوں ہے: أَبُو سَعِيدٍ مَسْعُودُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْكُشَّانِيُّ الْخَطِيبُ.

حافظ سمعانی نے یوں لکھا ہے: أبو المعالى مسعود بن الحسن بن حسين ابنُ مُحَمَّدِ الكشانى، كان إماما فاضلا، حسن السيرة، وكان يروى عن أبى القاسم عبيد الله بن عمر الخطيب.(الأنساب 73/5)

اور تاریخ وفات 540 ہجری ذکر کی ہے۔

نیز دیکھئے تبصير المنتبه بتحرير المشتبه لابن حجر (1217/3)

۱۳ **ابوالرضی محمد بن محمود بن علی الطرازی:**

حافظ ذہبی نے عبدالرحیم بن سمعانی کا قول نقل کیا ہے:"كَانَ إمامًا فاضلًا، مبرِّزًا، ورِعًا، تقيًّا." ) تاريخ الإسلام (413/39)

اور 570 ہجری کی وفیات میں ذکر کیا ہے۔

نیز دیکھئے المشتبة فى الرجال للإمام الذهبي (ص 420) طبقات الشافعية الكبرىٰ للسبكي (541/3رقم: 703) الوافي بالوفيات لصلاح الدين الصفدى(279/4رقم: 1956) اورطبقات الشافعيين لابن كثير (ص671).

۱۴ **ابوالمحامد محمد بن احمد بن ابی سعد بن ابی الخطاب البخاری:**

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: الشَّيْخُ، الإِمَامُ، العَلاَّمَةُ، شَيْخُ الحَنَفِيَّةِ، جَمَالُ

الدِّيْنِ ، أَبُو الْمَحَامِدِ مَحْمُوْدُ بْنُ أَحْمَدَ بنِ عَبْدِ السَّيِّدِ الْبُخَارِيُّ ، الْحَصِيْرِيُّ ، التَّاجِرِيُّ ، الحَنَفِيُّ.

اور تاریخ وفات 636 ہجری ذکر کی ہے۔

نیز دیکھئے تاریخ الإسلام (308-309/46) البداية والنهاية (252-153/13) اور الجواهر المضية لابن أبی الوفاء (155/2).

دوسری سند میں بھی مجہول راوی ہیں، لہٰذا یہ سند بھی ضعیف ہے۔

ثابت ہوا کہ یہ روایت موضوع یا سخت ضعیف ہے۔ والله تعالىٰ أعلم!

**فائدہ:** مفتی اعظم سعودی عرب سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ سے اس حدیث کے بارے میں سوال ہوا تو انھوں نے کنز العمال کے حوالے سے ذکر کرنے کے بعد کہا: "والحديث المذكور موضوع ورواته مجاهيل، وكأن واضعه جمع متنه من الأحاديث الصحيحة ومن بعض كلام أهل العلم وبعض ألفاظه منكرة لا توافق الأدلة الشرعية، ولا ريب أن العمدة فيما ذكره في هذا الحديث هو ما دلت عليه الأحاديث الصحيحة، أما هذا المتن فلا يعتمد عليه ولا يحتج به؛ لأنه ليس له إسناد صحيح، والله ولي التوفيق."

یعنی مذکورہ روایت موضوع ہے اور اس کے راوی مجہول ہیں۔ اس کے گھڑنے والے نے اس کا متن صحیح احادیث، اہل علم کے کلام اور منکر الفاظ جو ادلہ شرعیہ کے موافق نہیں کو جمع کر کے بیان کیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس روایت کی اچھی باتوں پر دیگر احادیث صحیحہ دلالت کناں ہیں۔ مگر اس کا (سارا) متن، اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا ہے اور نہ اس سے دلیل ہی پکڑی جا سکتی ہے، کیونکہ اس کی سند صحیح نہیں اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

(مجموع فتاوىٰ العلامة عبد العزيز بن باز رحمه الله 321-326/26)





ابو احمد وقاص زبیر

# سرزمین شام کے فضائل صحیح احادیث کی روشنی میں

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام علىٰ رسوله الأمين، أما بعد:

آج کل ملک شام کے اہل حق ظلم و بربریت کا شکار ہیں، لیکن اس کے باوجود توحید و سنت کے یہ پروانے استقامت کا پہاڑ ثابت ہو رہے ہیں۔ اللہ رب العزت ان کی خاص نصرت و مدد فرمائے۔ آمین

سرزمین شام کے ان حالات کے پیش نظر اور اہل حق کو باہمت رکھنے کی غرض سے چند صحیح و حسن احادیث پیش خدمت ہیں:

(۱)...... سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! ہمارے شام میں برکت فرما۔ اے اللہ! ہمارے یمن میں برکت فرما۔ لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اور ہمارے نجد میں بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! ہمارے شام میں برکت فرما، اے اللہ! ہمارے یمن میں برکت فرما، تو انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہمارے نجد میں بھی؟ (راوی کہتے ہیں:) میرا خیال ہے کہ آپ نے تیسری بار فرمایا: ''وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔'' (صحیح بخاری: ۷۰۹۴، ۱۰۳۷)

**تنبیہ** :...... یہاں نجد سے مراد عراق ہے، جیسا کہ دوسری صحیح احادیث میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ (دیکھئے: مسند احمد: ۲/ ۱۴۳۔ ح: ۶۳۰۲ وسندہ صحیح۔ المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۲/ ۳۸۴۔ ح: ۱۳۴۲۲ وسندہ حسن)

(۲)...... سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''شام (والوں) کے لیے خوشخبری ہے۔'' ہم نے کہا: کس چیز کے سبب؟ اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیونکہ رحمٰن کے فرشتے اس پر اپنے پَر پھیلائے ہوتے ہیں۔'' (سنن ترمذی: ۳۹۵۴، مسند احمد ۵/ ۱۸۴، ۱۸۵، وسندہ حسن)

(۳)...... سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میں نے (خواب میں) کتاب کا ایک ستون دیکھا جو میرے تکیے کے نیچے سے نکلا، پھر میں نے دیکھا کہ وہ بلند نور ہے جو شام کی طرف جا رہا ہے۔ یاد رکھو! جب فتنے برپا ہوں گے تو ایمان شام میں ہوگا۔'' (دلائل النبوۃ للبیہقی ۶/ ۳۹۳ ح: ۲۸۰۷، جزء ابی العباس الاصم: ۵۱، طبع دار البشار، وسندہ حسن۔ نیز دیکھئے: المستدرک للحاکم: ۴/ ۵۰۹)

(۴)......سیدنا ابن حوالہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عنقریب معاملہ یہ ہو جائے گا کہ تم مختلف گروہوں اور لشکروں میں جمع ہو جاؤ گے۔ ایک لشکر شام میں ہو گا، ایک یمن میں اور ایک عراق میں۔'' ابن حوالہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! اگر میں ان حالات کو پاؤں تو آپ میرے لیے جگہ منتخب فرما دیں (کہ کہاں پناہ پکڑلوں؟) آپ ﷺ نے فرمایا: ''ملک شام کو اختیار کرنا کیونکہ وہ اللہ کی زمین میں بہترین (قطعہ) ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ بندوں کو یہاں (جمع) فرما دے گا، لیکن اگر تم اس کا انکار کرو تو اپنے یمن کو اختیار کرنا، اور اپنے کنوؤں اور تالابوں کا پانی پینا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے شام اور شام (میں حق) والوں کی (فتنوں سے حفاظت کی) ضمانت دی ہے۔'' (سنن ابی داود: ۲۴۸۳، مسند احمد ۴/ ۱۱۰، وسندہ صحیح)

(۵)......بہز بن حکیم اپنے والد اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ مجھے کہاں کا حکم دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس طرف'' اور اپنے ہاتھ سے شام کی طرف اشارہ کیا۔ (سنن ترمذی: ۲۱۹۲، وسندہ حسن)

(۶)......سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عنقریب قیامت سے پہلے حضر موت (ایک شہر) یا حضر موت کے سمندر کی جانب سے آگ نکلے گی، جو لوگوں کو جمع کرے گی۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! پھر آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''شام کو لازم اختیار کرنا۔''

(سنن ترمذی: ۲۲۱۷، مسند احمد ۲/ ۶۹، یحییٰ بن ابی کثیر نے سماع کی تصریح کر دی ہے، دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبۃ ۷/ ۴۷۱، مسند ابی یعلیٰ ۹/ ۴۰۵ ح ۵۵۵۱ وسندہ صحیح)





(۷)......سیدنا سلمہ بن نفیل الکندی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، تو ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! لوگوں نے گھوڑوں میں رغبت رکھنا چھوڑ دی اور ہتھیار بھی چھوڑ دیئے اور کہتے ہیں: اب کوئی جہاد نہیں، جنگ موقوف ہو گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کی طرف چہرہ مبارک کیا اور اور فرمایا: ''وہ لوگ غلط کہتے ہیں، ابھی ابھی (حکم) قتال آیا ہے۔ میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر لڑتا رہے گا اور اللہ تعالیٰ قوموں کے دلوں کو ان کے لیے پھیر دے گا اور قیامت تک اللہ تعالیٰ ان میں سے انھیں روزی دے گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ آ جائے اور قیامت تک گھوڑوں کی پیشانی میں خیر رکھ دی گئی ہے، اور مجھے وحی کی گئی ہے کہ میری روح بہت جلد قبض کر لی جائے گی اور تم مختلف گروہ ہو کر میری پیروی کرو گے۔ تم آپس میں ایک دوسرے کی گردنیں مارو گے۔ مومنوں کے ٹھہرنے کی جگہ اور مرکز شام ہوگا۔'' (المعجم الکبیر ۷/ ۵۲ ح ۶۳۵۷، مسند الشامیین للطبرانی ۱/ ۵۶ ح ۵۷، نیز دیکھئے: سنن نسائی: ۳۵۹۱ وسندہ صحیح)

(۸)......سیدنا عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی ﷺ کے پاس آیا، آپ کو سلام کہا تو آپ نے پوچھا: ''عوف ہو؟'' میں نے عرض کیا: جی ہاں، آپ نے فرمایا: ''اندر آ جاؤ۔'' میں نے کہا: مکمل طور پر (اندر آ جاؤں) بعض؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بلکہ مکمل طور پر آ جاؤ۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت سے پہلے کی چھ نشانیاں شمار کرو۔''

۱: میری موت، عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں رونے لگا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ مجھے چپ کرانے لگے، فرمایا: میں نے کہا: ایک۔

۲: بیت المقدس کی فتح۔ میں نے کہا: دو۔

۳: میری امت میں ایک وبا پھیلے گی جیسے بکریوں کی بیماری قعاص پھیلتی ہے۔ کہو: تین

۴: میری امت میں ایک فتنہ برپا ہوگا اور اس فتنے کا بہت بڑا بیان کیا۔ کہو: چار۔

۵: تم میں مال کی اتنی فراوانی ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ کسی شخص کو سو دینار دیے جائیں گے تو وہ اس پر بھی ناراض ہوگا۔ کہو: پانچ،

٦: تمھارے اور بنی اصفر (رومیوں) کے درمیان صلح ہوگی تو وہ (دھوکا اور عہد شکنی کرتے ہوئے) آسی "غایہ" لے کر تم پر چڑھ دوڑیں گے، میں نے کہا: غایہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: جھنڈا۔ پھر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار کا لشکر ہوگا، اس دن مسلمانوں کا مرکز "غوطہ" کے علاقے میں ہوگا جو کہ دمشق کے شہر میں ہے۔" (مسند احمد ٦/ ٢٥ ، المعجم الکبیر ١٨/ ٤٢ ح ٧٢ ، مسند الشامیین للطبرانی ٢/ ٦٩ ح ٩٣٤ ، مسند البزار ٧/ ١٧٦ ح ٢٧٤٢ وسندہ صحیح، مزید دیکھئے: صحیح بخاری : ٣١٧٦)

(٩)......سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خونخوار جنگ کے دن مسلمانوں کا مرکز دمشق کی جانب میں موجود مقام "غوطہ" ہوگا اور دمشق شام کے بہترین شہروں میں سے ہوگا۔"

(سنن ابی داود : ٤٢٩٨ ، مسند احمد ٥/ ١٩٧ ، وسندہ صحیح)

(١٠)......معاویہ بن قرہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں، انھوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب اہل شام فساد کا شکار ہوگئے تو اس وقت تم میں کوئی خیر نہ ہوگی، میری امت میں ایک گروہ ہمیشہ مدد کیا جائے گا ان کی مخالفت کرنے والے انھیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے یہاں تک کہ قیامت قائم ہوجائے گی۔" (سنن ترمذی: ٢١٩٢ ، مسند احمد ٣/ ٤٣٦ ، مسند ابی داود الطیالسی ٢/ ٤٠٢ ح ١١٧٢٠ ، وسندہ صحیح)

**تنبیہ**: ......اس آخری حدیث سے عیاں ہے کہ شام و اہل شام کے جتنے بھی فضائل و مناقب ہیں ان کے مصداق صرف اہل حق اور طائفہ منصورہ ہی ہیں، جیسا کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے فوراً بعد ہی امام الائمہ امام بخاری رحمہ اللہ سے اور وہ اپنے شیخ امام علی بن مدینی رحمہ اللہ سے بیان کرتے ہیں: " هم أصحاب الحديث"

موجودہ صورت حال سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے، کیونکہ آج شام کے باسیوں میں سے صرف اہل حق کو ظلم و جبر کا نشانہ بنایا جا رہا ہے، انھیں طرح طرح کی اذیتیں دی جارہی ہیں، ان کے بچے ذبح ہو رہے ہیں ان کے گھر ان پر جلائے جا رہے ہیں۔ اے اللہ! شام کے اہل حق کی نصرت و مدد فرما، اسلام اور اہل اسلام و ایمان کو غلبہ عطا فرما۔ آمین

MONTHLY ISHA'AT **AlHadith** HAZRO

# ہمارا عزم

- قرآن و حدیث اور اجماع کی برتری
- دینِ اسلام اور مسلک اہل الحدیث کا دفاع
- سلف صالحین کے متفقہ فہم کا پرچار
- علمی، تحقیقی و معلوماتی مضامین اور انتہائی شائستہ زبان
- صحابہ، تابعین، تبع تابعین، محدثین اور تمام ائمہ کرام سے محبت
- صحیح و حسن احادیث سے استدلال اور ضعیف و مردود روایات سے کلی اجتناب
- اتباع کتاب و سنت کی طرف والہانہ دعوت
- مخالفین کتاب و سنت اور اہل باطل پر علم و متانت کے ساتھ بہترین و بادلائل رد
- اصولِ حدیث اور اسماء الرجال کو مدنظر رکھتے ہوئے اشاعت الحدیث
- قرآن و حدیث کے ذریعے سے اتحادِ امت کی طرف دعوت

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ ''اشاعۃ الحدیث'' حضرو کا بغور مطالعہ کر کے اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید فرمائیں، ہر مخلصانہ رائے اور مفید مشورے کا قدر و تشکر کی نظر سے خیر مقدم کیا جائے گا۔


مکتبۃ الحدیث
حضرو، اٹک پاکستان

ishaatulhadith@gmail.com
ishaatulhadith.com ishaatulhadith
0300-8663828